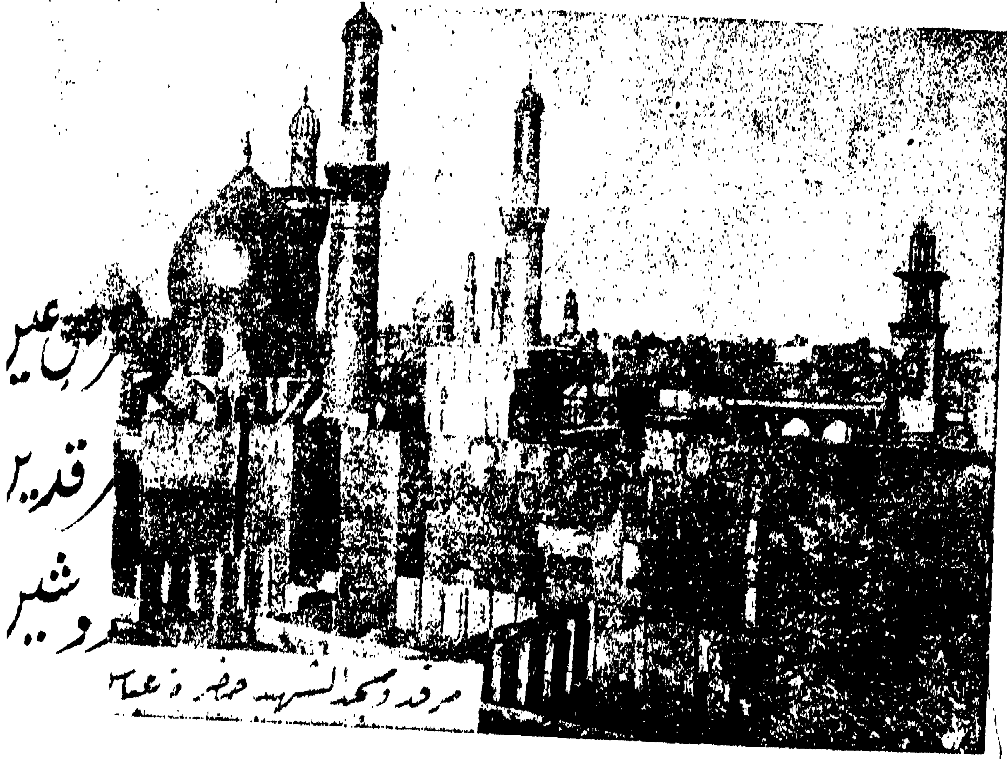
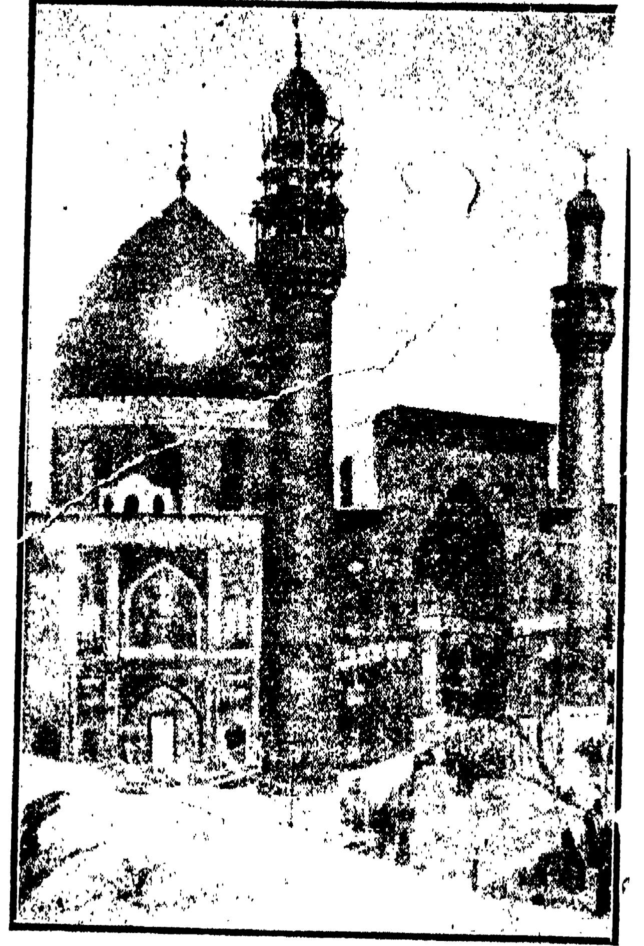


روضہ حضرت ابوالفضل العباس کا دوسرا نظارہ



روضہ حضرت امیرالمومنین علیہ السلام (نجف اشرف)



العبّاس

نقوی

حسین ابن علی علیہ السلام

(از ملا جامی رحمۃ اللہ علیہ)

کردم ز دیدہ پائے سوئے مشہدِ حسین — ہست ایں سفر بمذہب عشاق فرض عین

خدام مرقدش بسرم گر نہند پائے — حقا کہ بگذرد سرم از حد فرقدین

از قاف تا بقاف پُر است از کرامتش — آں بہ کہ حیلہ جوئی کند ترک شیو و شین

آں را کہ بر عذار بود جور مشکبار را — از موئے مستعار چہ حاجت بزیب و زین

کعبہ بگرد روضہ او می کند طواف — رکب الحج این تروحون این این

جامی گدائے حضرت او باش تا شود
با راحت وصال مبدل عذاب بین

نہر نے عباس کو گھبرا کے پانی دیدیا

(فضل کا ایک غیر مطبوعہ نوحہ)

شہ نے اکبر سا چراغ زندگانی دیدیا — ضعف پیری کی طرح زور جوانی دیدیا

کند خنجر دیکھ کر یوں مسکرائے شاہ دیں — شمر یہ سمجھا کہ میں نے شہ کو پانی دیدیا

اُف علی اصغر کی خاموشی میں حد اضطراب — مسکرائے یوں کہ پیغام زبانی دیدیا

ننھی سی میت کو لائے دشت سے یوں شاہ دیں — ماں یہ سمجھی فوج نے اصغر کو پانی دیدیا

صبر نے تکلیف ٹکرائی جو وقت ذبح شہ — خنجر قاتل کو رنگ امتحانی دیدیا

موت بھی انتہائے کامیابی کی دلیل — تیر نے ننھے گلے سے مل کے پانی دیدیا

چلتے چلتے آ گیا جب اکبر کو لیلا کا خیال — آنسوؤں میں ماں کو عکس نوجوانی دیدیا

شیر کے حملے سے کچھ اسطرح چھایا اضطراب — نہر نے عباس کو گھبرا کے پانی دیدیا

مدح آل مصطفےٰ سے فضل یہ رتبہ ملا
حق نے ذاکر کو لباس زندگانی دیدیا

تمام عترت مشکل کشا کو لوٹ لیا

از علیا حضرت ہر ہائینس رفعت زمانی بیگم صاحبہ رامپور المتخلص بہ عصمت دام اقبالہا و ملکہا

تمام دولت دین خدا کو لوٹ لیا
کہ اشقیا نے شہ کربلا کو لوٹ لیا

پڑی ہے عرش پہ ہلچل کہ آج امت نے
علی کی تیغ نبی کی قبا کو لوٹ لیا

حسن حسین تھے اوراق مصحف ناطق
یزیدیوں نے کتاب خدا کو لوٹ لیا

سر حسین جدا کر کے شمر کہنے لگا
کہ آج خرمن صبر و رضا کو لوٹ لیا

مثال باد سموم آئے رہزنان عرب
بہار گلشن خیر النسا کو لوٹ لیا

کسی نے بانوئے بیکس کی بالیاں چھینیں
کسی نے دختر مشکلکشا کو لوٹ لیا

حسین لاشہ اکبر پہ روئے یہ کہکر
کہ نقش صورت خیر الوریٰ کو لوٹ لیا

ستمگروں نے جو لوٹا حسین کا خیمہ
علی کو لوٹ لیا مصطفٰے کو لوٹ لیا

بیان ظلم و جفا اور کیا کروں عصمت
تمام عترت مشکل کشا کو لوٹ لیا

ابوالفضل العباس علیہ السلام کی مدح میں
حضرت ذاکر کی ایک رباعی

(از رئیس الادبا مولانا ہدف اجتہادی)

نواب آصف الدولہ بہادر کے زمانہ میں خاندان اجتہاد کی بنیاد پڑی اور اس شجرۂ طیبہ کے بار آور ہوتے ہی ایک ادبی شاخ بھی پھوٹی جو پھیلتے پھیلتے اتنی بڑھ گئی کہ ایک مکمل ادب کہی جا سکے' اس لئے خاندان اجتہاد کی بھی دو مستقل حیثیتیں ہو گئیں ایک علمی دوسری ادبی اور یہ ادبی شاخ بھی برابر علمی شاخ کے ساتھ اتنے برگ و ثمر لائی جتنے کسی خاندان کو ایک ادبی خاندان کہے جانے کا مستحق بنا سکتے ہیں۔

اس سلسلہ میں حسب ذیل اجتہادی شعرا مسلم الثبوت استاد مانے گئے۔

جناب سید محمد جعفر صاحب اوحدؔ ---- جناب سید مہدی حسین صاحب ماہرؔ' جناب سید محمد مصطفےٰ صاحب خورشیدؔ' جناب سید صادق حسین صاحب' جناب سید صغیر حسین صاحب فاخرؔ' جناب سید محمد کاظم صاحب جاویدؔ' جناب سید ساجد حسین صاحب فہیمؔ' "دعبل ہند" جناب سید فرزند حسین صاحب ذاکرؔ مرحوم۔

ان اساتذہ نے اصناف شاعری میں سے غزل' رباعی' سلام اور مرثیہ کو اپنا مشغلۂ سخن رکھا اور اس میں ایسے ایسے جوہر دکھائے کہ لکھنؤ ایسی نکتہ رس سخن فہم اور معیاری سرزمین پر اپنا سکہ بٹھا دیا اور پروفیسر شاداں بلگرامی مدظلہ ایسے نقاد کو کہنا پڑا کہ "میر انیس کے بعد جناب ماہر سا مرثیہ گو ہونا مشکل ہے"

جناب ذاکر انھیں ماہر کے سلسلہ جانشینی میں وہ بلند پایا استاد ہوئے ہیں جنھوں نے اپنے سابقین سے چند قدم بڑھا کے رکھے اور انھوں نے جو صنفیں شاعری کی نظر انداز کر دی تھیں آپ نے ان پر بھی جوہر طبع دکھائے۔

مثلاً قصیدہ اردو شاعری کے اس دور میں تقریباً ختم ہو گیا تھا لیکن آپ نے اس کا پھر سے احیا کیا' نوحہ اردو شاعری میں ناقابل توجہ سمجھا جاتا لیکن آپ نے اسے شاعرانہ خوبیوں سے ایسا مالا مال کیا کہ مستقل صنف بنا دیا' مثنوی اردو میں تقریباً عشق و عاشقی تک محدود تھی لیکن آپ نے تاریخی مثنوی کہی جو بیس ہزار شعر ہو جانے پر بھی ابھی نا تمام ہے اور باوجود اس کے اپنی نظیر نہیں رکھتی' مرثیہ اردو کی ایک مکمل صنف تھا جس پر کسی مزید اضافہ کی گنجائش نہ تھی لیکن آپ کی طبع رسا اور نگاہ نکتہ بین نے اس میں بھی ترقی کے راستے نکال لئے۔ ساقی نامہ میں تاریخی واقعات بیان کرنا اور حزن و ملال کے واقعی پہلو نکالنا یا قصیدہ کی گریز کی طرح سلسلۂ کلام میں یوں ساقی نامہ شروع کر دینا جیسے بات میں بات پیدا ہو جائے خاص آپ ہی کی ایجاد ہے۔

لکھنؤ میں رجب کا مہینہ مرثیہ گو شعرا کی کسوٹی ہے اس مہینہ میں پڑھنے کے لئے تمام مرثیہ کہنے والے ہر سال نیا مرثیہ کہتے ہیں اور اپنی اپنی مخصوص تاریخ میں لکھنؤ کی سخن فہم پبلک کے سامنے پڑھ کے خراج تحسین حاصل کرتے ہیں' اس مرثیہ خوانی کی تہذیب یہ ہے کہ پہلے شاعر دو تین رباعیاں پڑھتا ہے پھر ایک سلام اس کے بعد مرثیہ شروع کرتا ہے اور یہ سب نیا کہا ہوا ہوتا ہے۔

جناب ذاکر مرحوم بھی ہر سال ماہ رجب میں پڑھنے کے لئے رباعیاں سلام اور مرثیہ کہا کرتے تھے' اور اکثر سال اس امتحان گاہ ادب میں آپ ہی کے سر سہرا رہتا تھا۔ آپ کے پڑھنے کی تاریخ ۲۹ رجب تھی جس کے لئے ۱۷ ربیع الاول سے مرثیہ کہنا شروع کرتے تھے اور ماہ رجب کی ابتدا میں ختم کر دیتے تھے۔ سلام و رباعی ہمیشہ مرثیہ کے بعد کہا کرتے تھے۔

سنہ ۱۳۴۲ھ میں جو لاجواب مرثیہ آپ نے پڑھا وہ حضرت ابوالفضل العباس علیہ السلام کے حال میں تھا' اس مرثیہ سے پہلے پڑھنے کے لئے سلام اور رباعیاں بھی مرثیہ کی مناسبت سے حضرت عباس کے متعلق کہی تھیں۔ انھیں رباعیوں میں ایک رباعی یہ بھی تھی ؎

ہم بازوئے شہ کی جو وفا کہہ دینگے ؛ زینت دہ بزم تہہ کہہ دینگے (ذاکر)
عباس کو ہم صورت حیدر نہ کہو پر سن لینگے نصیری تو خدا کہہ دینگے

شاعر کو حضرت عباس کی شان میں رباعی کہنا تھی' وہ جانتا تھا کہ عباس

وفادار بھائی ہونے کے لحاظ سے حسینؑ کے قوتِ بازو بلکہ بازو تھے۔ اُسی طرح جس طرح کہ حضرت علیؑ آنحضرتؐ کے باوفا بھائی اور دست راست تھے۔

حضرت عباسؑ کربلا کے تمام شہیدوں سے زائد وفادار و بلند مرتبہ ہونے کے لحاظ سے انکی بزم کی زینت بھی تھے جس طرح حضرت علیؑ زمانہ رسولؐ کے شہدا میں سب سے بڑھ کے باوفا اور بلند مرتبہ تھے۔ شاعر یہ بھی جانتا تھا کہ پہلی صدی کے نصف آخر میں حضرت عباسؑ کی شجاعت کا اسی طرح کوئی نظیر نہ تھا جس طرح نصف اول میں حضرت علیؑ کی بہادری کا مثل نہ تھا۔ اتنی مشابہتوں کے بعد شاعر کے دماغ میں یہ خیال پیدا ہوا کہ حضرت عباسؑ عقلی لحاظ سے اپنے پدر بزرگوار حضرت علیؑ سے صورت میں بھی مشابہ ہو سکتے ہیں اور جب ان تمام مشابہتوں کے ساتھ صورت کی مشابہت کا اعلان ہوگا تو جس طرح "نصیر" اور اس کے گروہ نے حضرت علی علیہ السلام کی مافوق البشر شخصیت سے متاثر ہو کے اُن کو خدا کہہ دیا تھا اُسی طرح "نصیری" (یعنے فرقہ نصیر کے لوگ) حضرت عباسؑ کو خدا کہہ دیں گے جو اب تک "کُردستان" "سیستان" اور "شام" میں آباد ہیں۔

شاعر کسی تخیل کو الفاظ کا جامہ پہنانے میں ہمیشہ اس کا پابند نہیں ہوتا کہ جو کچھ کہے یا کہنا چاہتا ہو وہ واقعہ بھی ہو بلکہ کبھی ممدوح کی شخصیت کبھی ماحول اور کبھی تخیل کے امکانی اسباب کے لحاظ سے وہ واقعیت پر اکتفا کرتا ہے اور شعر کو ایسی صورت میں پیش کرتا ہے کہ سننے والے کا ذہن اُس کے خیال کو تسلیم کرلے اور کم از کم وہ یہ کہہ سکے کہ ایسا ہو سکتا ہے۔

جناب ذاکر کی مذکورہ رباعی میں جہاں تک واقعیت کا تعلق ہے یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ جو کچھ کہا ہے سب ہو سکتا ہے۔

تخیل کی اس بلندی کے ساتھ الفاظ کی مناسبت معنوں کی ندرت نے رباعی میں چار چاند لگا دیئے اور بجا طور پر کہا جا سکتا ہے کہ یہ مدحیہ رباعی نہیں ایک قصیدہ ہے جو چار مصرعوں میں سمیٹ دیا گیا ہے بلکہ اُردو ادب کے اس بے مایہ خزانہ (رباعی) میں ایک ایسا ہیرا بڑھا دیا ہے جس کا مثل و نظیر ملنا مشکل ہے۔

یہی سبب ہے کہ آج یہ رباعی ہر جگہ پڑھی جاتی ہے اور کہیں تو پڑھنے والے اور سننے والے دونوں نہیں جانتے کہ یہ رباعی کس کی کہی ہوئی ہے اور کہیں پڑھنے والے اپنی بتا کے پڑھتے ہیں اور سننے والے اُسی کی رباعی سمجھ کے تعریف کرتے ہیں۔

میری رائے میں مقبول ترین شعر ہے بھی وہی جس کے کہنے والے کو لوگ بھول جائیں اور پڑھنے والے اُسے اپنا بتانے لگیں، اس رباعی کی یہی حالت میں نے اپنی آنکھوں دیکھی اور اپنے کانوں سُنی۔ ان میں سے ایک جالندھری شاعر تو ایسے دیدہ دلیل تھے کہ اُنھوں نے لکھنؤ میں بھرے مجمع کے سامنے اسی رباعی کو اپنے نام سے پیش کر دیا اور زود فراموش سامعینِ لکھنؤ وجد میں تعریف کرتے رہے۔

یہ گُل تھا باغِ نبیؐ کا بہار کے قابل

از سید ابن الحسین صاحب ماہر لکھنوی
خلف حضرت شاعر لکھنوی مدظلہ

کوئی جگہ ہی دل بیقرار کے قابل
زمین ڈھونڈھتے ہیں شہ مزار کے قابل

جہاں میں رہتے جو اصغرؑ تو مرتضیٰؑ ہوتے
یہ گل تھا باغِ نبیؐ کا بہار کے قابل

تمام لشکرِ اعدا کی بن گئیں قبریں
مگر نہ میّتِ شہ تھی مزار کے قابل

نحیف حضرتِ عابدؑ ہیں رحم کر اے شمر
گراں یہ طوق نہیں جسمِ زار کے قابل

رباب کہتی تھیں لوٹا ہے اس طرح ہم کو
رہی نہ کوئی بھی چادر مزار کے قابل

یہ رو کے کہتے تھے سرور کہ مر گئے اکبرؑ
جہاں کا رنگ نہیں اب بہار کے قابل

کہا حسینؑ نے برباد کر گئے اکبرؑ
یہ شمعِ حسن تھی میرے مزار کے قابل

پسر کے بعد یہ نیرنگیاں زمانے کی
ضعیف ماں ہو غمِ انتظار کے قابل

علیؑ ہر ایک سے افضل جہاں میں ہے ماہر
نہیں فضائلِ حیدرؑ شمار کے قابل

۷۸۶

نظارہ لکھنؤ

(ہفتہ وار)

جلد ۱۱ | لکھنؤ - ۲۸ جنوری و ۷ فروری سنہ ۱۹۴۱ء | نمبر ۳ و ۴

سنہ ۱۳۶۰ ہجری کا پہلا چاند

کل ۲۹ ذی الحجہ کو چاند ہوگیا۔ یہ ماہ محرم سنہ ۱۳۶۰ھ یعنے نئے سال کا پہلا چاند ہے۔ اقوامِ عالم کے مراسم کو دیکھتے ہوئے تو دل یہی چاہتا تھا کہ پہلی محرم اسلامی سال کا پہلا دن ہے اس لئے شادیانے بجائے جاتے اور جس طرح دُنیا کی قومیں اپنے سال کے پہلے دن میں خوشیاں کرتی ہیں ہم بھی لبوں کی مسکراہٹ سے پہلے چاند کا استقبال کرتے۔ مگر نہیں ہنسی اور خوشی تو دوسری چیز ہے کل کا چاند اپنے چہرے میں وہ مناظر لئے ہوئے تھا کہ جذبۂ مسرت نے جذبۂ غم کا لباس پہنا۔ چاند دیکھتے ہی آنسوؤں کی بارش شروع ہوگئی اب یہ نہیں کہہ سکتے کہ اس چاند کی مبارکباد قبول کیجئے بلکہ یہ دعا کرسکتے ہیں کہ خدا آپ کو ہمیشہ صفِ ماتمِ حسین بچھانا اور ان کے غم سے آنکھوں کو نم کرنا نصیب کرے۔ یہ واقعہ ہے کہ نظرتِ اسلامی حسینؑ کی عزاداری کے لئے مجبور ہے۔ ورنہ اگر ایسا نہ ہو تو اسلام کے اصول میں جذبۂ اخوت و اخلاق و ہمدردی سب کچھ ختم ہوجاتا۔ ہمارے خیال میں تو نہ کسی مسلمان کو یہ سمجھنا چاہئے کہ وہ شیعہ نہیں ہے اور نہ کسی ہندو عیسائی یا پارسی کو اس کا لحاظ رکھنا چاہئے کہ حسینؑ صرف شیعوں کے امام ہیں۔ ہرگز نہیں بلکہ حسینؑ دُنیائے انسانیت کے محسن اور رہبرِ اعظم ہیں۔ دُنیا کی تاریخیں انگشت بدنداں ہیں کہ حسینؑ ایسا بہادر حسینؑ ایسا مظلوم اور حسینؑ ایسا اپنے فرائض کو محسوس کرنے والا کوئی نہیں پیدا ہوا۔ لطف تو یہ ہے کہ واقعہ حسینی چونکہ صفحاتِ عالم کا پہلا اور اپنی نوعیت کا آخری واقعہ تھا اس لئے واقعہ کربلا سے قبل پیدا ہو کر ختم ہوجانے والے انسانوں نے بھی کربلا کے واقعہ سے سبق حاصل کیے اور کربلا کے واقعہ ہائلہ کے بعد آنے والوں نے بھی سبق لئے اور لیتے رہتے ہیں۔

حسینؑ نے لفظ بہادر اور فاتح کے معنے بدل ڈالنا نہیں رکھتے بلکہ مر جانا کہتے ہیں۔ انھوں نے عملی طور سے بتایا ہے کہ سینوں میں گھٹ کر نکلنے والی سانسیں اور دل کی رگوں میں گھوم کر اور آنکھوں سے لہو ہو کر برسنے والے اشک ہی آزادی کے پرچم لہرا سکتے ہیں۔ اور جب انسانیت آخری ہچکیاں لے رہی ہو تو یہی دوائیں زندگی کو بحال کرسکتی ہیں۔

نہیں اس وقت بتانا ہے کہ حسینؑ امنِ عالم چاہتے تھے اور وہ خونریزیوں کو صفحاتِ عالم سے مٹانے کے لئے کربلا میں آئے تھے انھوں نے بتادیا کہ ہم خود تو نہیں رہیں گے لیکن قیامت تک آنے والی نسلیں مظلوم اور ظالم کا فرق محسوس کرسکیں گی۔ بہر طور اسلام کے تمام فرقوں کو چاہئے کہ اپنے نبی کے نواسے کا غم منائیں اور اتحادِ اسلامی کو اپنا پہلا فرض سمجھیں۔ کیونکہ مقاصدِ حسینی میں یہ مقصد بہت اہمیت رکھتا تھا۔

ابوالفضل العباسؑ نمبر

خدا کا شکر ہے کہ ہم آج دوستدارانِ عباسؑ کی خدمت میں ابوالفضل العباسؑ نمبر روانہ کر رہے ہیں۔ ہمیں اعتراف ہے کہ جیسا دل چاہتا تھا ویسا یہ نمبر نہ نکال سکے۔ مگر پھر بھی جتنی محنت کرسکتے تھے اتنی کی۔ کاغذ اور اشیاءِ طباعت کی گرانی ہر قدم پر خیالات کی تکمیل میں حائل ہوتی تھی اور حضرت ابوالفضل العباسؑ کی ہمت و قوت سہارا دیتی تھی۔ ہمیں ان ہمدردانِ قوم کی ہمدردیوں کو فراموش نہ کرنا چاہئے جنھوں نے ہماری ہمتیں بڑھائیں جس میں خان بہادر اور فخرِ ملت نواب سید مہدی حسن صاحب رضوی۔ جناب پرنس باقر مرزا صاحب جناب پرنس ممتاز قدر محمد سفدر علیخاں صاحب آنریری مجسٹریٹ و جناب نواب رضا علیخاں صاحب متولیان وقف حسین آباد و شاہ نجف اور جناب پرنس میرزا علی محمد میرزا صاحب پرسنل اسسٹنٹ جناب متولی صاحب و جنرل سکریٹری انجمن کیس راٹل فیملی کے اسمائے گرامی خاص طور سے قابلِ ذکر ہیں۔ ان کی قومی ہمدردیوں کا شکریہ تو ہم ادا کرتے ہیں لیکن اجر اور صلہ خود جناب عباس علیہ السلام عطا فرمائیں گے۔

اسکے علاوہ خریداران و معاونین و مضمون نگاران کا بھی دلی شکریہ جنھوں نے اس نمبر کی ترتیب میں مدد فرمائی۔ اس متبرک نمبر کی ترتیب وغیرہ میں جو کمی رہ گئی ہو اس کی ہم معافی خود جناب عباسؑ

علمداری کی اہمیت

نوشتہ عالیجناب حکیم سید مجاور حسین صاحب مدرس گورنمنٹ حسین آباد
(ہائی اسکول لکھنؤ)

کہنے کو تو دنیا والے یہی کہتے ہیں کہ جنگ بری چیز ہے اور جنگ سے بچنا ہی اچھا ہے مگر تاریخ عالم کے صفحات ابتدائے آفرینش سے اب تک یہی ثابت کرتے ہیں کہ جنگ معاشرت انسانی کا ایک جزو لاینفک ہے۔ اس امر کا فیصلہ کرنا کہ جنگ مفید ہے یا مضر دشوار ہے اور جنگ کے خیال کو دنیا سے مٹا دینا سعی لاحاصل سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔ اب یہ فیصلہ کرنا کہ جنگ کب مفید ہے اور کب مضر۔ اس مسئلہ کا حل بجز اس کے کچھ نہیں ہو سکتا کہ جب جنگ دنیوی اغراض۔ نام و نمود۔ حصول زر وغیرہ کی وجہ سے کی جائے تو مذموم ہے لیکن اگر دنیا سے عنصر مضر۔ اور افعال مضرت رساں کے مٹانے کے لئے ہو تو یقیناً فائدہ رساں سمجھی جائے گی۔ میرے متذکرہ بیان کو ایک مثال اچھی طرح واضح کر سکتی ہے۔ دنیا جانتی ہے کہ انسان کے جسم کے تمام اعضاء ہی ضروری ہیں اور کسی ایک عضو کو بھی کاٹ دینا یا اس کو ناقص کر دینا کسی طرح بھی مناسب نہیں ہو سکتا ہے۔ لیکن اگر جسم انسانی کا کوئی حصہ کسی زہریلے مادہ کے بدولت سڑ گیا ہو اور ڈاکٹر کے نزدیک اس حصہ جسم کا اثر اعضاء صحیح تک پہونچ رہا ہو تو بیشک اس ماؤف عضو کا قطع کر دینا ہی مناسب ہوتا ہے۔ یہی صورت جنگ کی ہے کہ کسی جنگ کی غرض۔ شرک۔ الحاد۔ بدکاریاں۔ بداعمالیاں (جو انسانوں کو تباہ و برباد کرنے کا سبب ہوا کرتی ہیں) وغیرہ کو مٹا دینا ہے تو جنگ یقیناً مفید ہے۔

ہم کو تاریخ عالم یہی بتاتی ہے کہ شاہان عالم اپنے اقتدار کو قائم رکھنے کے لئے اور اپنے نام و نمود اور شہرت کے حصول کے لئے انسانی خون کو ہمیشہ بہاتے رہے ہیں۔ بہت کم ایسی لڑائیاں لڑی گئی ہوں گی جن کی غرض اصلاح ملک و قوم یا مفاد انسانی ہو۔

دنیا کی تاریخ جنگ میں پیغمبر اسلام نے جو مفاد انسانی پیش کر کے نمونہ قائم کر دیا ہے وہ اپنے فوائد کے لحاظ سے بے انتہا مفید اور اصلاح کرنے والا نمونہ ہے۔

پیغمبر اسلام نے جنگ میں آنے سے بیشتر اپنے حرکات و سکنات و اقوال سے دنیا پر یہ واضح کر دیا کہ وہ جنگ کو پسند نہیں فرماتے تھے یہی وجہ تھی کہ آپ نے اپنے وطن مالوف کو صرف دشمنوں کے ستانے کی بدولت ترک کر کے صعوبات غربت کو برداشت کیا اور ہجرت فرمائی۔ اگر اس موقع پر یہ کہا جائے کہ رسولؐ بے یار و مددگار تھے کیا کرتے ان کو چلا جانا ہی مفید تھا تو یہ بہت سی وجوہ سے غلط ہے۔ پہلے تو [illegible]ل عرب کے بہترین قبیلے کے سرداران کی نسل سے تھے اور وہ سرداران قبائل آپ کے حامی تھے۔ دوسرے حضرت خدیجہ کی لاتعداد اور بے حد دولت پر ۲۵ سال کی عمر میں متصرف ہو چکے تھے۔ جوانی کا جوش۔ دولت فراوانی کا حاصل ہو جانا۔ یہ دو چیزیں ایسی تھیں کہ اگر رسولؐ چاہتے تو عرب کے بہادروں کو اپنا کر لیتے اور اپنی جماعت کو دس بارہ برس میں اپنا ہم خیال بنا کے جنگ شروع کرتے اور پہلے ہی حملہ میں کم از کم مکہ پر قابض ہو جاتے اور مکہ کے قبائل کے سردار تسلیم کر لئے جاتے۔ بخلاف اس کے تاریخ یہ بتاتی ہے کہ رسولؐ نے حضرت خدیجہ کی دولت کو راہ خدا میں بے دریغ تقسیم کر دیا اور اپنی جماعت سازی کا ذکر بھی کسی سے نہیں کیا اور نہ اس کا خیال ہی آپ کو آیا۔ آج بھی (اگرچہ بقول دنیا والوں کے دنیا مہذب ہو چکی ہے) دولت ہی کو ہر ایک حکومت اپنا آلۂ کار بنا کر جماعت سازی میں کامیاب ہوتی ہے۔ یہ جماعت سازی اور ایک لشکر کا فراہم کر لینا رسولؐ کو بہت ہی آسان تھا۔ کیونکہ (۱) آپ بہترین قبیلہ میں سے تھے۔ (۲) جوان تھے (۳) قوم میں نیک نام اور صادق اور امین مشہور تھے (۴) ۲۵ سال کی عمر میں دولت کثیر کے مالک تھے (۵) سرداران قوم و قبیلہ یعنی بنی ہاشم آپ کے حامی و مددگار تھے۔

کیا متذکرۂ بالا اسباب کی موجودگی میں اور عرب جیسے مفلس ملک میں پیغمبر اسلام کا ایک جماعت فراہم کر لینا اور مکہ پر قابض ہو جانا نہایت ہی آسان امر تھا۔ مگر چونکہ رسولؐ کو فطری طریقہ پر جنگ پسند نہ تھی اور وہ اپنے ملک و قوم کے افراد کے خون کو بہا کر اپنا اقتدار حاصل کر لینا پسند نہیں فرماتے تھے بس یہی وجوہ تھے جن کی وجہ سے آپ نے کل دولت کو ابنائے وطن پر تقسیم کر دیا لیکن پھر بھی مجبوراً وطن چھوڑنا گوارا کیا۔

پیغمبر اسلام کو ہجرت کے بعد اور انصار مدینہ کی حمایت میں آ جانے کے بعد مطمئن ہو جانا چاہیئے تھا مگر کفار مکہ ایک جرار لشکر لے کر مدینہ والوں پر چڑھ دوڑے اور صرف ایک بار بھی ایسا نہیں کیا بلکہ کئی سال تک کفار مکہ اسی کوشش میں رہے کہ محمدؐ کو کسی نہ کسی طرح قتل کر ڈالیں۔

جب پیغمبر اسلام نے دیکھا کہ وطن سے نکل جانے کے بعد بھی اہل وطن میرے اور میرے حمایت کرنے والوں کے جانی دشمن ہو گئے ہیں تو آپ نے مجبوراً جنگ کرنا گوارا کیا اور ہر جنگ میں مدافعانہ انداز سے جنگ فرمائی۔ رسولؐ کی یہ جنگ بھی صرف اسی لئے تھی کہ دنیا سے عنصر مضر خود غرضی جھوٹ۔ شرک و کفر اور افعال بد کو مٹا کر آئندہ نسلوں کو امن و امان کی زندگی بسر کرنے کا موقع دیا جائے۔ اور دنیا والوں کو بتا دیا جائے کہ ان کے وہ افعال جو ان کو پسند ہیں درحقیقت معاشرت انسانی کو تباہ کرنے والے اور سوسائٹی کے بدترین دشمن ہیں رسولؐ کے غزوات نے تمام عالم پر روشن کر دیا کہ رسولؐ کی مدافعانہ جنگ بھی صرف زہریلے جراثیم کے فنا کرنے کے لئے ہی تھی۔ اسلام نے خدا ترسی۔ ہمدردی۔ اخوت وغیرہ کا سبق لاتعداد انسانوں اور ان کی نسلوں کو دیا ہے اور آج بھی مسلم اقوام بلحاظ اخوت و خدا ترسی۔ و ہمدردی و ایفاء عہد اقوام عالم سے بالاتر نظر آتی ہیں یہ سب تعلیم پیغمبر اسلام کا نتیجہ ہے۔

(بقیہ مضمون صفحہ ۱۴ پر ملاحظہ ہو)

"حسین ؑ کا چاند"

اُستاذ الاساتذہ دعبلِ ہند حضرت ذاکر اعلی اللہ مقامہ کے ایک مرثیہ کے چند بند

(ذیل میں ہم حضرت دعبلِ ہند ذاکر لکھنوی کے ایک مشہور غیر مطبوعہ مرثیہ کے چند بند قارئین کرام کے ملاحظہ کے لئے درج کر رہے ہیں۔ یہ بند مرثیہ کے درمیان سے نقل کئے گئے ہیں اس لئے سلسلہ کا لحاظ نہیں رکھا گیا ہے۔ مذکورہ مرثیہ نورِ نگاہ حسین ابن علیؑ حضرت علی اکبر علیہ السلام کے حال میں ہے۔ ایڈیٹر)

جب زیں تک آیا لختِ دلِ بادشاہِ دیں   خم ہو کے بائیں ہاتھ میں باگیں فرس کی لیں
دیکھا سمند نے طرفِ اکبرِؑ حزیں   فرمایا آپ نے کہ نہ تھمنا بس اب کہیں
اب ہم ہیں تو ہے فوجِ ستم ہے نہ غم اٹھا
جس پر فدا ہے دورِ جہاں وہ قدم اٹھا

گا نٹھی ادھر لجام بڑھا اس طرف قدم   ڈھونڈھا ہوائے دشت کو زلفوں نے ہو کے خم
رن کا غبار اڑا طرفِ وادیِ ستم   ذرّوں سے خاک، خاک سے ذرّے ہوئے بہم
اک تار جہاں کے رنگ کو ہمسر ہو گئی
باگوں کی جنبشوں سے ہوا تیز ہو گئی

اک نوجوان ہیجدہ سالہ کا ہے سمند   دل کی طرح جہاں کی نگاہیں ہیں درد مند
آزادیوں کے ساتھ ہیں بیتابیاں پسند   پیدا ہوا ہے طور کی بجلی سے بند بند
عشاق کے دلوں کی طرح غیر حال ہیں
اک آئینہ میں جلد کے لاکھوں جمال ہیں

سودائے عشقِ حُسن کے آغاز میں بڑھا   میداں کا انقلاب ہر انداز میں بڑھا
سوز و گداز پاؤں کی آواز میں بڑھا   گھوڑا کسی کا جلوہ گہِ ناز میں بڑھا
چھوٹا کا قدم کو چال بتاتا ہوا چلا
انگڑائیاں غبار سکھاتا ہوا چلا

عشقِ فرس طبیب ہے آزارِ حُسن میں   شہرا وفا مگر ہے نگہدارِ حُسن میں
دردِ جگر کی دھوم ہے بیمارِ حُسن میں   ترچھی نگاہ بکتی ہے بازارِ حُسن میں
دل اپنا اہلِ عشق ہیں رسوا کرے کوئی
آنکھیں پکارتی ہیں کہ سودا کرے کوئی

جاں دینے والے رکھتے ہیں الفت سے انہماک   ہوتا ہے کیا ہو لاکھ زمانہ کرے ہلاک
خود اہلِ حُسن و عشق میں ہیں باطنی تپاک   دامن نظر کا ڈھونڈھتی ہے مرشدوں کی خاک
چھپنے سے اور حُسن بڑھا رہگزار کا
سرمہ لگا رہی ہیں نگاہیں غبار کا

حوریں پکارتی تھیں کہ رن سے بہار میں ہیں   تن خاک سے اٹھے گا نہ بادِ خزاں میں ہیں
بیحد جو خوشگوار ہے اس بوستاں میں ہیں   ہوں پھول بھی گراں تو دلِ باغباں میں ہیں
گلزار سے اڑے ہیں گلِ تر لٹے ہوئے
ہیں جا نور پروں میں نچھاور لئے ہوئے

واں زلف سو رکھا گئی اور یاں ہوا چلی   سمجھے یہ اہلِ عشق کہ آہِ رسا چلی
گھوڑے کے ساتھ ساتھ تڑپ کر دعا چلی   دل لے کے آرزوئے عرشِ خدا چلی
اللہ رے اوجِ باغِ رسالت کے پھول کا
اڑنے لگا براق شبیہِ رسولؐ کا

گیسو کھلے تو مشک تتاری فرس بنا   اٹھی جو خاک خطِ غبارِ [illegible] فرس بنا
وجہ نزولِ رحمتِ باری فرس بنا   محبوبِ کبریا کی سواری فرس بنا
جنت میں کیا طلب ہوئی ربِّ جلیل کی
چلنے لگیں ہوائیں پرِ جبرئیل کی

آوازیں ہر قدم پہ یہ آتی تھیں بار عمل   تو دل کچل رہا ہے کہ عشاق کی اجل
کہارے دیارِ حُسن میں کس کس کا بت ہے   او چھینے والے یوں نہ جوانی کی چال چل
بسمل تڑپ کے حُسن کی منزل تک آ گیا
ہیکا جگر جو وہ قدم دل تک آ گیا

آیا ہے کونسا یہ غضنفر سپاہِ وغا   شک دے رہے ہیں حسن و دلیری جدا جدا
کہتا ہے غیظ چشم کہ آئے ہیں مرتضیٰؑ   چہرہ پکارتا ہے کہ میں ہوں یہ مصطفیٰؐ
یارب یہ کس نہالِ شجاعت کا پھول ہے
سایہ اگر نہ ہو تو خدا کا رسول ہے

رُخ کی ضیائیں لے رہے ہیں مہر و ماہ تک   رہتے ہیں انکے لب میں سپید و سیاہ تک
ہو آئے ہیں یہ طور کی بھی جلوہ گاہ تک   کہتی ہے شان جائیں گے عرشِ الہ تک

خوشنودیٔ کریم سے قدر آج ہوئے گی
گزرے سے یہ دن تو رات کو معراج ہوئے گی

یہ ذکر تھا جو اسپ سبک خیز و برق دم لایا جری کو متصلِ لشکرِ ستم
کھنچتی ہوئی لگام کا ایما ہوا کہ تھم وہ رن میں رک گئے کہ جو آزاد تھے قدم
تکلیف آ کے نعل میں دو چند ہو گئی
تھمنا تھا یہ پاؤں ہوا بند ہو گئی

بولا دلیر روک کے گھوڑا بصد شان ہے ہم سے باخبر کہ نہیں لشکرِ گراں
مشہور تھی جوانیٔ یوسفؑ جہاں جہاں اب ہے وہیں پہ تذکرۂ اکبرؑ جواں
ہو گی نگاہ اُن پہ کبھی انتخاب کی
اب آجکل ہے دھوم ہمارے شباب کی

آیا جری کی زد پہ اُدھر لشکرِ ستم اک ہاتھ اودھر بلند ہوئی تیغ برق دم
کٹا یا اُدھر حسام دلاور نے سر پہ خم یہ کر اودھر لہو نے لیا بوسۂ قدم
قسمت کی نامرادیاں سنبھالا کے گر پڑا
تن زخمی یا سوار سے لہرا کے گر پڑا

خوں کیا پیا کہ ذائقۂ تیغ بڑھ گیا لب چاٹنے لگی یہ لہو سے ملا مزا
اول گلا مانگا وہ سرِ ظالم سے خوں بہا گردن جھکائی اس نے کیا اُس نے سر جدا
دو قتل ہو گئے تو سپہ زیر ہو گئی
اب تو حسام حق دمِ شمشیر ہو گئی

دی دشمنوں کو تن کے حصار عمل نہیں بڑھتے آؤ دل کا مزاج پوچھے گا بڑھا جگر کا گھاؤ
یاں کی کمی سے لشکر کا بڑھ جائیگا جماؤ ڈوبے گی جا کے قعرِ جہنم میں ال کی ناؤ
تقدیر ہے کہ جائے گی پستی میں اوج سے
کشتی یہ بیٹھ جائے گی شعلوں کی موج سے

بس میں نہیں خدا کا نور دولت ہے وہ جواں جو تشنگی میں صاحبِ ہمت ہے وہ جواں
جس رگ میں جس کے خون نبوت ہے وہ جواں جو وارثِ دار رزو امامت ہے وہ جواں
نانا میں بانگو رخسار کے ولی کا ہے
عزت دل حسینؑ ہے پوتا علیؑ کا ہے

ذات غازیوں کی زمیں رات کی یہ شام عالم میں ہے دلیر و جری یہ خجستہ نام
دادا امام باپ امام اور چچا امام چھوٹے امام بھائی ہیں سجادؑ نیک نام
دونو آئے رات میں جو خواہان گو رہے
ان بازوؤں میں چار اماموں کا زور ہے

غصہ میں تھا جو نور نگاہ دو امام دیں ہاں ہاتھ تھے دوش پہ گیسوئے عنبریں
آتا تھا ہاتھ جب سرِ افواج اہل کیں خوں دیکھتی تھی چڑھ کے تیندی پہ آستیں
اک حشر تھا اسد کی کلائی کے زور پر
روحیں نثار ہوتی تھیں بازو کے اوج پر

کھوتا ہے ہوش عہد جوانی میں تن کا رنگ دکھلا رہی تھی رخ کی لطافت چمن کا رنگ
آنکھوں پہ پڑے جو خم کھلا بانکپن کا رنگ یہ کہہ رہا تھا زلف شکن در شکن کا رنگ
قصہ تمام آج ہے برنا و پیر کا
پوتا بگڑ گیا ہے جناب امیرؑ کا

محشر بپا تھی جنگ علی اکبرؑ جواں گھبرا رہے تھے رن میں جو نامی تھے پہلواں
دریا لہو کا بن گئی تھی تیغ خوں فشاں دنیا کے پانچ بحر نہیں پانچ انگلیاں
گیتی کی طرح کانپتا تھا اژدہام تک
بہتے ہوئے لہو کا ارادہ تھا شام تک

پہونچا تھا یہ کہ ہاتھ سے خون آستین تک تن کی طرح اُجڑ گئے گھوڑوں کے زین تک
کھوئے ہوئے مکاں کی طرح تھے مکین تک آتی تھی تیغ خود سے چڑھ کر زمین تک
دو کر رہے تھے غیظ سے فوجِ ذلیل کو
ہر ضرب ڈھونڈھتی تھی پر جبرئیلؑ کو

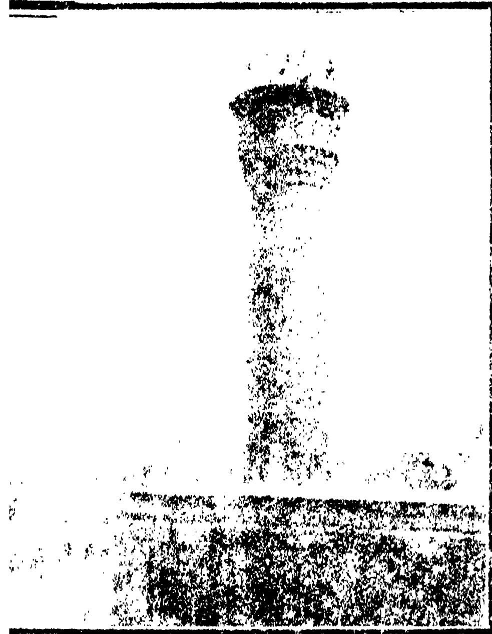
پر ہول و خوفناک تھا میدان گیر و دار گھوڑے سے اور سوار سے اونچی تھی خاک دھار
ہلچل سہی تھی زمیں گاہ جسم زار اٹھ اٹھ کے بال آندھیاں بن گئے غبار
تھی لحظہ لحظہ شکل نئی رزمگاہ کی
دنیا کا انقلاب تھی گردش سپاہ کی

گھوڑوں کو تھا نہ پانہ ہوئی تیغ لاجواب بھاگی نبرد سے سپہ خانماں خراب
عالم یہ ہے غبار کے اٹھنے سے انقلاب ساقی چھپا نہ گرد کے پردے سے آفتاب
رن کی ہوئی ہے دھوپ نہاں اژدہام میں
نصف النہار دیکھتا ہے خطِ جام میں

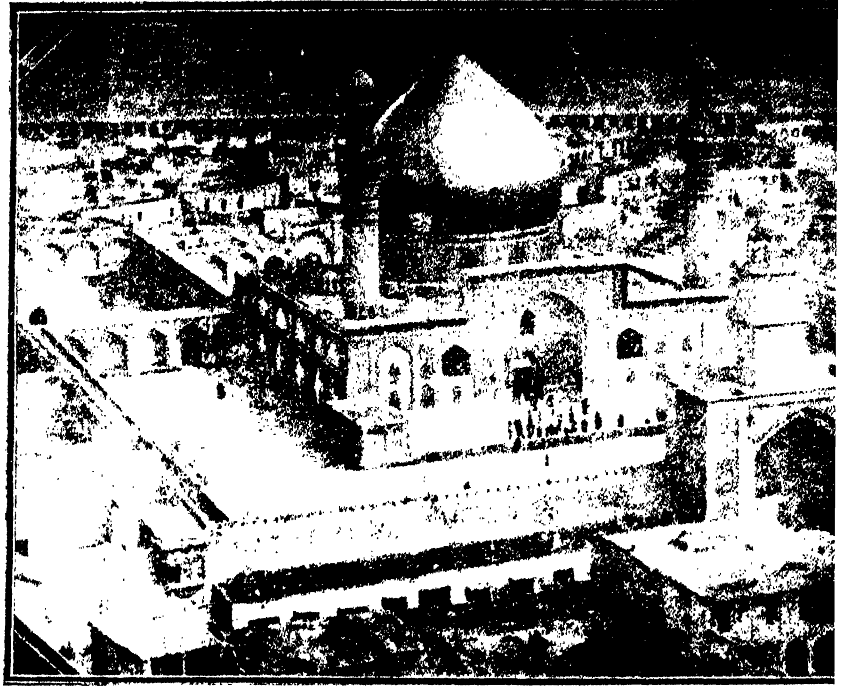
لڑنے میں لطف لے چکیں فوجیں نفاق کا دن ختم کر چکا ہوں تڑپ کر فراق کا
دامن امید تھام چکی اشتیاق کا ساقی بتا دے فرق حجاز و عراق کا
دوری ہے کتنی وادیٔ خم غدیر سے
اک جام مانگنا ہے جناب امیرؑ سے

صحرا میں آہوؤں کی نہ تم مست دیکھنا بالا نہ دیکھنا نہ سوئے پست دیکھنا
مرغوب جو نبیؐ کو ہے وہ لست دیکھنا ہاں اے جوانو ہاں نگہِ مست دیکھنا
پیروں کو بھی شراب کے نشہ سے کام ہے
وہ رعشہ دار ہاتھ یہ بوذرؓ کے جام ہے

ناکارہ ہو کے رہ گئی تاثیر ساقیا نو عمر کرنے پائے نہ تدبیر ساقیا
ہم سب چلے گئے سبقت پیر ساقیا یہ اپنا اپنا بخت یہ تقدیر ساقیا
تھا جن کا مردہ دل وہ زمانے میں جی گئے
تو حصہ اس شراب کے سلمانؓ پی گئے



مناره کاشی کربلای معلی



عسکرین (روضه هائی امام دهم و یازدهم)

مقامات مقدسه و عتبات عالیات

نجف

ایران

سامره

خراسان

کوفه

کربلا

بغداد



مسجد (نجف الہند جوگی پورہ (نجیب آباد ضلع بجنور یو۔ پی۔)



اعلیحضرت نواب سر سالار جنگ بہادر بالقابہ (حیدرآباد)
(جناب ممدوح خدا نے اسلامی ہمدردی کا بے انتہا جذبہ پیدا کیا ہے۔)



نجف الہند یعنی روضہ امیر المومنین علی علیہ السلام جوگی پورہ نجیب آباد
جہاں ہر سال ہزاروں ہندو مسلمان زائرین جاتے ہیں اور اپنی مرادیں پاتے ہیں۔



جناب سید علی غضنفر صاحب نقوی لکھنوی۔ بی اے آنرس



بصرہ میں عاشورکو ماتمی جلوس

شاہ کے غم میں مگر آنسو نکلتے ہی رہے

از ڈاکٹر اسد حسن صاحب انصاری ایم۔ ڈی۔ ایچ۔ فرنگی محلی لکھنؤ

ہم اپنے دوست جناب اسد انصاری کے شکر گزار ہیں جنھوں نے ابوالفضل العباس نمبر کیلئے حسبِ ذیل سلام عطا فرمایا۔ موصوف اپنے اوصافِ ذاتی کے علاوہ خاندانی وجاہت کے بھی مالک ہیں۔ یعنی مولانا عبدالباری صاحب فرنگی محلی کے حقیقی بھتیجے ہیں۔ (فضل)

دن گزرتے ہی رہے عالم بدلتے ہی رہے — شاہ کے غم میں مگر آنسو نکلتے ہی رہے

یاد میں بازو بریدہ بھائی کے سبطِ نبی — جی گھڑی زندہ رہے ہاتھوں کو ملتے ہی رہے

تیر بازی دشمنانِ دیں کی یکساں ہی رہی — مشک کو عباس ہر پہلو بدلتے ہی رہے

اک طرف ہمت تھی ایک جانب تھیں وزنی بیڑیاں — گرتے گرتے ہر قدم عابد سنبھلتے ہی رہے

گو حرم تک ایک قطرہ بھی نہ پہونچا تین دن — آنکھ سے دریائے اشکِ غم ابلتے ہی رہے

دشمنِ صبر اسقدر اصغر کا ہی انجام سخت — لاکھ دو کا طفلِ شہ پر چپتے ہی رہے

جتنے دن بعدِ پدر عابد مدینہ میں رہے — دل نہ سنبھلا آنکھ سے آنسو نکلتے ہی رہے

بیڑیاں عابد کے پاؤں کی نہ بدلیں ایک بار — پاسباں منزل بہ منزل گو بدلتے ہی رہے

اہلِ بینش غم میں شہ کے آج تک ہیں اشک ریز — زہر گو ان کے خلاف اعدا اگلتے ہی رہے

اہلِ بیتِ مصطفیٰ ہی کا رہا روشن چراغ — آتشِ کینہ سے جلنے والے جلتے ہی رہے

اے اسد غالب تھا کتنا جذبِ خاکِ گور کا
کربلا سے شہ نہ نکلے گو کہ چلتے ہی رہے

حسین آباد کی روشنی دیکھنے والوں سے یہ کس کی روشنی ہے

(از جناب سید العلماء مولانا سید علی نقی صاحب قبلہ)

یہ روشنی حسینؑ کے نام کی ہے۔ آپ نے یہ نام سنا ضرور ہوگا مگر شاید آپ کو پورے طور پر معلوم ہو کہ حسینؑ کون تھے۔ اُن کا مقصد کیا تھا۔ انھوں نے کون سا راستا اختیار کیا اور اُس کا کیا نتیجہ ہوا۔ اچھا تو سنئے:۔

حسینؑ کون تھے؟

مسلمانوں کے پیغمبر حضرت محمد مصطفیٰؐ نے اپنی بیٹی فاطمہؑ کا عقد اپنے چچا زاد بھائی علیؑ کے ساتھ کیا تھا جنھیں وہ اپنے عزیزوں اور دوستوں میں سب سے زیادہ چاہتے تھے۔ علیؑ اور فاطمہؑ سے دو بیٹے پیدا ہوئے۔ بڑے کا نام حسنؑ اور چھوٹے کا نام حسینؑ تھا۔ حسینؑ اپنے نانا رسول اللہؐ کی زندگی میں مدینہ میں پیدا ہوئے اور اُن کو بہت محبوب تھے۔

حسینؑ میں اپنے نانا اور باپ کے اخلاق اور اوصاف پورے طور پر موجود تھے۔

علم، عبادت، پرہیزگاری اور سخاوت میں اُن کا نام ملک عرب میں شہرہ تھا اور رحمدلی، ایثار اور مساوات اور تمام انسانی اخلاق وہ بڑا بلند درجہ رکھتے تھے۔

حسینی کارنامہ

حسینؑ کا وہ کارنامہ جس کی وجہ سے آج تک دنیا سے انسانیت میں اُن کی یاد تازہ ہے واقعۂ کربلا کے نام سے مشہور ہے۔

واقعۂ کربلا کے اسباب

یہ تو آپ کو معلوم ہوگا کہ اسلام سے پہلے عرب کی معاشی اور معاشرتی دُنیا کسقدر تاریک تھی۔ وہاں مساوات انسانی کوئی چیز نہ تھی اور غلبہ و طاقت و اقتدار سب کچھ تھا۔ یہی وہ امتیازات تھے جو عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ اسلام نے ان حدود اور امتیازات کو مٹا کر نیا امتیاز قائم کیا کہ جو شخص فرائض انسانی کو سب سے زیادہ ادا کرے وہ سب سے بہتر ہے۔ اس اصول کے ماتحت سابق کے امتیازات سب فنا ہو گئے اور تمدنی و معاشرتی حالات میں بڑی تبدیلیاں ہو گئیں۔

یہ بات وہ لوگ ہرگز گوارا نہ کر سکتے تھے جنھیں سابقہ حدود کے لحاظ سے امتیاز حاصل تھا چنانچہ وہ حضرت محمد مصطفیٰؐ کے سدِ راہ ہوئے اور آپ کو اُن سے لڑائیاں لڑنا پڑیں۔ ان لڑائیوں میں بنی اُمیہ کا سردار ابوسفیان بہت آگے آگے تھا اور مخالف جماعت کا سرگروہ تھا۔

ان مقابلوں میں مخالف جماعت کو شکست ہوئی اور آخر ان لوگوں کو ہتھیار ڈالنا پڑے اور پیغمبر اسلام کے سامنے گردنیں جھکا دیں مگر وہ موقع کے منتظر تھے کہ کس طرح اسلام کو نقصان پہونچائیں اور اگر اُس کو ختم نہ کر سکیں تو کم از کم اُس کے مقصد کو تبدیل کر کے اُن حدود کو مٹا دیں جو اسلام نے قائم کئے ہیں اور اُن حدود کو قائم کر دیں جو اسلام کے پہلے عرب میں قائم تھے۔ پیغمبر اسلام کی زندگی میں اُن کے اس مقصد کی تکمیل مشکل تھی مگر پیغمبر کے بعد اُن کو اپنے مقاصد میں کامیابی کی کافی توقع تھی۔

پیغمبر اسلام کے بعد اسلام میں انقلاب کے محافظ پیغمبر کے ورثہ اُن کے گھرانے والے وہ لوگ تھے جنھیں برابر وہ اپنے کاموں میں شریک رکھتے تھے۔

ان میں سب سے آخری فرد حسینؑ تھے اور ان میں اور اس انقلاب کی مزاحم طاقتوں میں کشمکش لازمی تھی۔

بنو امیہ اسلامی انقلاب کی مزاحم جماعت تھے اور بدقسمتی سے انھیں مسلمانوں میں سیاسی اقتدار حاصل ہو گیا تھا۔ ان کا لیڈر شام کا حاکم معاویہ تھا۔

حضرت علیؑ کے دورِ خلافت میں اس نے کھلم کھلا بغاوت کر دی اور آپ کو اس سے جنگ بھی کرنا پڑی۔ حضرت علیؑ کے بعد اس کا اقتدار اتنا بڑھا کہ حضرت حسنؑ کو کچھ شرائط کے ساتھ صلح کر کے گوشہ نشین ہو جانا پڑا۔ آپ نے اپنے شرائط کے ذریعہ سے ان لوگوں کے جارحانہ اعمال کو آئینی حیثیت سے بہت محدود بنا دیا تھا مگر حضرت حسنؑ کو زہر دے کر شہید کر دیا گیا اور شرائط صلح کی خلاف ورزی کی جانے لگی اور سیاسی اقتدار کی جرأت اتنی بڑھی کہ بڑے بڑے متقی اور پارسا مسلمانوں کو بے گناہ قتل کیا جانے لگا (جیسے حجر بن عدی اور عمرو بن الحمق وغیرہ) اس کا نتیجہ یہ تھا کہ اسلام کا نظریۂ روحانیت و للّٰہیت فنا ہونے لگا اور مسلمانوں میں بھی "طاقت حق ہے" کا عملی طور پر کلمہ پڑھا جانے لگا۔ حق پرستی ختم ہوئی اور آزادیِ ضمیر رخصت ہوئی۔

یہ حالات پھر بھی برداشت کئے جانے کے قابل تھے اگر معاویہ کی جانب سے اس شرط کی مخالفت نہ ہوتی کہ اُن کے اپنے بعد کسی جانشین کے نامزد کرنے کا حق نہ ہوگا۔

امام حسنؑ نے بڑی عاقبت اندیشی اور انجام بینی سے یہ شرط قرار دی تھی مگر اس شرط کی مخالفت ہوئی اور معاویہ نے اپنے بیٹے یزید کو اپنے بعد کے لئے ولیعہد بنایا اور تمام عالم اسلامی سے اُس کی بیعت لی۔

یہ یزید شراب خوار، بدکردار اور بڑا ہی ظالم تھا اور کسی حیثیت سے حکومت کے لائق نہ تھا۔

اس وقت آل رسول میں بزرگ مرتبہ ہستی حضرت حسینؑ کی تھی۔ آپ نے اس کو بہت شدت کے ساتھ محسوس کیا اور اندازہ کر لیا کہ آپ پر کیا فرض عائد ہوتا ہے۔

معاویہ یہ بھی سمجھتے تھے کہ اس معاملہ میں سب سے زیادہ متعلق انسان حسینؑ ہی ہیں اس لئے انھوں نے آپ کو ملانے کی کوشش مگر ناکام ہوئے۔

پھر بھی انھوں نے سکوت اختیار کیا اور امام حسینؑ بھی اس انتظار میں رہے کہ مخالف کی طرف سے آپ کی اس بے تعلقی پر کیا جارحانہ اقدام کیا جاتا ہے۔

یہ صورت قائم رہی یہاں تک کہ معاویہ کا انتقال ہوا اور یزید تخت سلطنت پر بیٹھا۔ یزید نے حسینؑ کی خاموشی کو طاقت و اقتدار سے توڑنا چاہا اور بجبر آپ سے بیعت لینے کی خواہش کی۔

حسینؑ نے جب اس حکومت کے تسلیم کرنے سے انکار کیا ہے تب ہی تمام نتائج کے لئے تیار ہو چکے تھے اس لئے ان پر اس جبر و تشدد کا کوئی اثر نہ ہوا۔ انھوں نے صاف کہہ دیا کہ میں بیعت نہیں کروں گا چاہے جو کچھ ہو جائے۔ یہی اس واقعہ کربلا " کی آتشیں بنیاد ہے۔

مدینہ سے روانگی

امام حسینؑ نے بیعت کے مطالبہ کو سن کر پہلا قدم یہ اٹھایا کہ مدینہ کو چھوڑ دیا۔ اس میں امن پسندی کے ثبوت کے علاوہ اپنے مقاصد کی اشاعت کا پہلو بھی مضمر تھا۔

مکہ میں پناہ

آپ نے مدینہ سے نکل کر حرم خدا میں پناہ لی یہ تمام ممالک عربیہ کا مرکز تھا۔ اس لئے یہاں کے قیام سے یزید کے ساتھ آپ کے خاموش اختلافات اور اس کے وجوہ کا اعلان تمام پبلک میں ہو گیا۔ اور ان غلط فہمیوں کا سدباب ہو گیا جو پھیلائی جا سکتی تھیں۔

مکہ سے روانگی

آپ کو اندیشہ پیدا ہو گیا کہ آپ کی موجودگی مکہ معظمہ کی سرزمین پر خونریزی کا باعث نہ ہو۔ آپ نے حرم خدا کی عزت پر اپنے سکون کی زندگی کو قربان کر دیا۔ اور ایسے موقع پر جبکہ حج کو صرف دو روز باقی تھے۔ آپ حج کو ترک کر کے مکہ سے روانہ ہونے پر مجبور ہو گئے۔

کربلا میں ورود

مکہ سے نکل کر آپ کوفہ کی جانب متوجہ ہوئے جہاں کے لوگ بہت عرصہ سے آپ کو بلا رہے تھے مگر اس عرصہ میں وہاں ابن زیاد کی حکومت قائم ہو گئی تھی جس نے کوفہ کے گرد افواج کا آہنی حصار قائم کر دیا تھا۔ ابھی امام راستہ ہی میں تھے کہ کوفہ کی فوج آ کر سدراہ ہوئی۔ اور آپ کو آگے بڑھنے یا واپس جانے سے روکا۔ مجبوراً آپ کربلا کی زمین پر اتر پڑے۔ یہ دوسری محرم کا واقعہ ہے

کربلا پہنچنے کے بعد

ابن زیاد نے یہ سن کر کہ حسینؑ کربلا پہونچ گئے ہیں فوجیں بھیجنا شروع کیں۔ اتنی فوج جتنی کہ کوفہ کی آبادی کے لحاظ سے ممکن ہو سکتی تھی۔ عمر سعد اس فوج کا افسر تھا۔ امام حسینؑ نے کوشش کی کہ کسی طرح خونریزی کی نوبت نہ آئے اور امن و امان کو صدمہ نہ پہنچے اس مقصد سے آپ نے عمر سعد کے ساتھ نامہ و پیام کا سلسلہ جاری کیا اور بات اس پر ختم ہوئی جاتی تھی کہ آپ عراق میں قیام کے خیال کو ترک کریں اور اگر ضرورت ہو تو عرب کا ملک بھی چھوڑ دیں گے۔ اور کسی دور دراز جگہ پر چلے جائیں گے حقیقۃً اس صورت سے بھی آپ کا یہ مقصد پورا ہو جاتا کہ یزید کی بیعت سے آپ کی علیحدگی کا اعلان ہو جائے بغیر اسکے کہ آپ کی جان خطرہ میں پڑے مگر ابن زیاد نے اسکو منظور نہ کیا۔ اور اس نے اصرار کیا کہ حسینؑ بیعت کر لیں تب ان کی جان بچ سکتی ہے۔ یہ وہ بات تھی جسے پہلے سے حسینؑ طے کر چکے تھے کہ نا ممکن ہے اگر خطرہ کو سامنے دیکھ کر وہ اس بیعت پر تیار ہو جاتے تو وہ ایک کمزور نفس اور ضمیر کے انسان ثابت ہوتے اور وہ حسین نہ ہوتے کوئی اور شخص ہو سکتا تھا۔

جنگ کا قطعی فیصلہ

نویں محرم کی شام وہ تھی جب ابن زیاد کا خط عمر کے پاس آیا جس نے صلح کی گفتگو کو قطعی طور پر ختم کر دیا عمر سعد نے یہ یقین رکھتے ہوئے کہ حسینؑ بیعت نہ کریں گے فوری حملہ کر دیا امام نے اپنے بھائی عباسؑ کو بھیج کر ایک شب کی مہلت طلب کی [illegible] مصلحت یہ تھی کہ آپ خطرہ [illegible] اپنے ساتھیوں کو اپنی طبیعتوں کے تولنے کا موقع دیدیں دوسرے فریق مخالف کے افراد لشکر کو بھی ایک شب کا موقع غور و فکر اور حق و باطل کے موازنہ کے لئے دے دیں۔ چنانچہ اسی ایک شب کی مہلت کا نتیجہ تھا کہ عمر سعد کی فوج کا ایک بڑا افسر یعنی حر ریاحی جو سب سے پہلے حسین کو گھیر کر کربلا میں لانے کا ذمہ دار تھا اپنے ضمیر کی ہدایت سے فوج عمر سعد سے الگ ہو کر حسینؑ کی جانب آ گیا اور آپ کی نصرت میں جان نثار کی۔

عاشورہ کی صبح

رات گئی اور دسویں محرم کی صبح نمودار ہوئی عمر سعد نے میدان جنگ میں اپنے ہونے لشکر کو مرتب کیا اور حسینؑ نے اپنی مختصر جماعت کی ترتیب دی آپ نے فوج دشمن کے سامنے اپنی بے گناہی ثابت کرنے کے آخری بار اتمام حجت کرنی۔ مگر آپ کی تقریر کا اس دنیا طلب فوج پر کوئی اثر نہ ہوا۔

جوان بیٹے کی شہادت

عزیزوں میں سب سے پہلے حسینؑ نے اپنے جوان بیٹے علی اکبر کو میدان جنگ میں بھیجا ان کی ماں لیلےٰ خیمہ میں تھیں اور باپ خیمہ کے دروازہ پر اور ان کا چاند دشمنوں کی فوج کی گھٹا میں چھپا تھا باپ نے دیکھا اور ماں نے سن لیا کہ علی اکبرؑ تلواروں سے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے مگر صبر و سکون میں فرق نہ آیا وہ اس قربانی کے لئے پہلے سے تیار تھے۔ وہ یہ سمجھ رہے تھے کہ ان کی اسکیم کا ایک جزو مرحلہ تکمیل کو پہونچ گیا۔

دوسرے عزیزوں کی شہادت

عقیلؑ کی اولاد جعفر کی اولاد اور حسینؑ کے مہربان بھائی حضرت حسن مجتبیٰؑ کی اولاد یکے بعد دیگرے حسینؑ سے جدا ہوتی گئی۔ ان سب میں اپنے بھائی کی سن یتیمی تو حسین کی جدائی حسینؑ پر بہت شاق تھی۔ مگر مقصد کی عظمت کے سامنے یہ بھی گوارا کر لیا۔

علمدار کی رخصت

جب حسینؑ کے پاس کوئی لڑنے والا نہ رہا تو آپ کے بھائیوں کی باری آئی اور سب شہید ہو گئے تو آخر میں آپ کے لشکر کے علمدار قمر بنی ہاشم ابوالفضل العباسؑ میدان جہاد میں گئے۔ دنیا نے دیکھا کہ جب [illegible] میں جان باقی نہ رہی [illegible]

[illegible]

دنیا میں سچائی اور حق [illegible] اسلام کا نام ہے۔ سو تک حسینیت کا علم دنیا میں [illegible] ہے اور ہمیشہ بلند رہے گا۔

آخری قربانی

حسینؑ کے پاس کوئی سرمایہ نقاہت کی بارگاہ میں

زندہ رہنے کے لئے نہ تھا مگر نہیں - فریق مخالف کے ترکش کا آخری تیر باقی تھا اور اس کے لئے حسینؑ کو نشانہ کی تلاش تھی۔

انھیں دکھانا تھا انسانیت کے سامنے وہ معصوم پیش کرنا تھا جس پر کسی شریعت اور قانون کے مطابق جرم کا الزام نہ آ سکتا ہو۔

اس لئے حسینؑ نے یہ آخری تحفہ پیش کیا۔ بچہ کو جب پیاس سے بے تاب پایا تو باپ نے بچہ کی حالت دیکھی اور ہاتھوں پر اٹھا لیا -

اور دشمن کی فوج سے بچہ کے لئے پانی بھی مانگا -

یہ تھا حسینؑ کا سب سے آخری ہتھیار -

انسانیت کے ہاتھ پاؤں میں لرزہ پڑ گیا - بچہ کو چھوڑا اور بچہ کی گردن کو نشانہ لیا - بچہ نے جان دیدی اور حسینؑ کے قصد میں جان پڑ گئی - دشمن کے چہرہ پر شریعت کی بدنقابی تھی اس کا آخری معصوم کی گردن نے شکست دیا -

نگاہ والے پر بھی کھل گیا کہ اس وقت کے انسانوں کی جماعت تھی وہ انسانیت سے کتنی دور تھی اور حسینؑ ایسا انسان کامل ان کے ساتھ اتحاد عمل کیسے کر سکتا تھا -

تکمیل قربانی

حسینؑ کے پاس اب کچھ نہ تھا - بس اب اپنا جس کے لئے پہلے ہی بہت آسان تھا انھیں مخالفین کے لئے برداشت کا انتہائی کرنا تھا - اب جبکہ کسی کا انتظار نہ تھا تو حسینؑ تھے اور میدان جہاد -

جس قدر انسانی طاقت کے لحاظ سے حفاظت کا فرض ہے اتنی جنگ بھی کی اور دکھا دیا کہ حسینؑ نے اس فرض کو بھی ایسا انجام دیا جیسا شائستگی اور بے کسی کے عالم میں کوئی دوسرا انجام نہیں دے سکتا -

آخر ایک انسانی جسم اور فولادی تلواروں کی سیلاب جسم زخموں سے چور چور ہو گیا - گھوڑے کی پشت پر نہ رہ سکا - مجاہد زمین پر آیا اور دشمنوں کا چاروں طرف ہجوم ہوگیا - آخر حق کا مجسمہ تلواروں کا حصہ بن گیا - سچائی کی گردن قلم ہوئی اور انسانیت کا سر نیزہ کی نوک پر بلند ہوگیا -

یہ روشنی

تبلاتی ہے کہ انسانیت کے افق پر جو تاریکی چھائی چھائی ہوئی ہے یہ دور ہوسکتی ہے تو حسینؑ کی یاد سے - ۱۳۶۱ھ میں اس مظلوم کی شہادت کو پورے تیرہ سو برس ہوجائیں گے -

تمام عالم انسانی کو چاہئے کہ اس موقع پر حسینؑ کی یاد تازہ کرے اور دنیا میں جو تاریکی پھیلی ہوئی ہے اُس کو حسینیت کی روشنی سے دور کرے -

آج تک ہے یاد ہمشکل پیمبر کی نماز

(جناب سید سلیمان قدر صاحب کوثر زیدی امین پوری)

سجدۂ معبود میں مقتول خنجر کی نماز
مسجد کوفہ میں صبح قتل حیدر کی نماز

یاد کر لو اے مسلمانو بہتر کی نماز
روز عاشورہ بوقت عصر سرور کی نماز

مہلت ذکر خداوندی جو قاتل سے ملی
کس خموشی سے ہوگئی مظلوم و مضطر کی نماز

ہاتھ پر سرور کے راہ حق میں جاں قربان کی
کمسنی میں دیکھئے معصوم اصغر کی نماز

بولی مادر بند کے ہاتے علی اکبر اٹھو
صبح ہونے کو ہے پڑھ لو امرد دلبر نماز

لحن او دی ہے با قرأت اکبر کی اذاں
آجتک ہے یاد ہمشکل پیمبر کی نماز

ترکش کفار میں سعی دلیرانہ رہی
قابل تمثیل ہے ایسے دلاور کی نماز

اکبر و عباس و قاسم رن میں جب مارے گئے
ہر جنازہ پر ادا ہوتی تھی سرور کی نماز

ہوگیا قتل شہ دیں سر جدا کر لے گئے
کون دفنائے پڑھے میت پہ سرور کی نماز

تازیانے بیڑیاں طوق گراں ہمراہ غم
پھر بھی ہوتی ہے ادا سجاد مضطر کی نماز

آگ خیمہ میں لگی قیدی ہوئے اہل حرم
پھر بھی اے کوثر نہ چھوٹی آل اطہر کی نماز

اہلِ حرم کی واپسی

جناب سید نواب صاحب قیصر لکھنوی کے ایک مرثیہ کے چند بند

قید سے چھوٹ کے مدینہ میں حرم آتے ہیں سب مصیبت زدہ پابندِ الم آتے ہیں
سال بھر جھیل کے زنداں کے ستم آتے ہیں سر جھکائے ہوئے با دیدۂ نم آتے ہیں
قاسم و اکبر و عباسؑ علمدار نہیں
کوئی مردوں میں بجز عابدِ بیمار نہیں

اپنی بربادیوں کا دل پہ وہ رانڈوں کے اثر نہ کوئی قافلہ سالار نہ میرِ لشکر
بیکسی میں کوئی والی ہے نہ وارث سر پر چھٹ گیا بھائی کسی کا تو کسی کا شوہر
کسی بی بی کا پسر نازوں کا پالا نہ رہا
کوئی بے وارثوں کا پوچھنے والا نہ رہا

اپنا غم ایک طرف فکر بڑی ہے اس کی گھر میں رکھتے ہیں قدم دخترِ شہ پوچھے گی
میرے بابا ہیں کہاں اور کہاں ہیں بھائی کس طرف ہیں مرے عمو جو نہیں آئے ابھی
حال سن لے گی تو کیا دل پہ گزر جائے گی
در و دیوار سے سر پھوڑ کے مر جائے گی

اسی تشویش میں پہونچے درِ دولت کے قریں فرش آنکھیں کئے سب بیبیاں ڈیوڑھی پہ ملیں
سب کے چہرے نظر آئے جو پریشان و حزیں ہر طرف فاطمہ صغرا کی نگاہیں دوڑیں
بولیں کیا ہے جو یہ عالم نظر آتا ہے
قافلہ شہ کا بہت کم نظر آتا ہے

مجھے صورت تو دکھا دیں مرے بابا ہیں کدھر اب لبوں پر ہے مری جاں مسیحا ہیں کدھر
میرے عمو ہیں کہاں اور اعزا ہیں کدھر میں بلائیں تو ذرا لوں مرے بھیا ہیں کدھر
کون سے کام ہیں ان کاموں کی عجلت کیا ہے
سب کہاں رہ گئے لوگو یہ مصیبت کیا ہے

کہہ کے یہ سید سجاد پہ ڈالی جو نظر دل میں اک درد اٹھا دیکھی وہ حالت ابتر
حلقے آنکھوں میں پریشان و ضعیف و لاغر نیچی نظروں سے عیاں شرم و خجالت کا اثر
خم کمر میں اثرِ ضعف سے لرزش تن میں
پاؤں سوجے ہوئے زخموں کے نشاں گردن میں

حال یہ دیکھ کے اک ہوک سی اٹھی دل میں دوڑ کر ڈال دیں بھائی کے گلے میں بانہیں
بولیں بچھڑے ہوئے مدت کے جب اس طرح ملیں کس طرح قلب و جگر پھر مرے قابو میں رہیں
زندگی بھر جنھیں آرام سے گھر میں گزری
ان پہ تکلیف سی تکلیف سفر میں گزری

خیر قسمت کی برائی بھی نکل جائے گی جتنی تکلیف ہے راحت سے بدل جائے گی
منتشر ہے جو طبیعت وہ بہل جائے گی زندگی چاہئے حالت بھی سنبھل جائے گی
گھر ہے دن رات ہر اک طرح کی خدمت ہو گی

چار ہی دن میں خدا چاہے گا صحت ہو گی

سنکے صغرا کے بیاں دل ہوا ایسا بے چین　　کر کے اک آہ گرا فاطمہ کا نور العین
شور رونے کا ہوا کرنے لگیں بیبیاں بین　　اپنا سر پیٹ کے زینب نے کہا ہائے حسین
تھا جو تقدیر میں جنگل کا بسانا بھائی
پھر پلٹ کر نہ ہوا آپ کا آنا بھائی

تہلکہ پڑ گیا گھر میں یہ سنائی سن کے　　تھا وہ کہرام کہ جیسے کوئی میت اٹھے
قلب صغرا کی جو حالت تھی بیاں ہو کس سے　　بیچ اسی میں یہ کہتی تھیں خدا خیر کرے
دلشکن لفظوں میں روداد بلا کہتی ہیں
کیا ہوا اسکو پھوپی جان یہ کیا کہتی ہیں

بولیں زینب کہ ہوئے قتل شہ جن و بشر　　کٹ گیا وادی پر ہول میں سارا لشکر
دشت غربت میں لٹا احمد مختار کا گھر　　قاسم و اکبر و عباس گئے تشنہ جگر
تین دن پیاس کی گرمی میں مصیبت سہہ کے
کر گئے کوچ خدا حافظ و ناصر کہہ کے

پہلے انصار شہنشاہ زماں قتل ہوئے　　پھر پیمبر کے گھرانے کے جواں قتل ہوئے
بچے گل پیرہن و غنچہ دہاں قتل ہوئے　　سب سے آخر میں امام دو جہاں قتل ہوئے
کہیں جانے کی بھی دی راہ نہ گمراہوں نے
گھیر کر مار لیا شیروں کو روباہوں نے

لٹ گئی دشت میں زہرا کی کمائی صغرا　　تھی بہتر پہ ہزاروں کی چڑھائی صغرا
ہوئی دم بھر میں بھرے گھر کی صفائی صغرا　　سخت جاں تھے کہ ہمیں موت نہ آئی صغرا
ایک دل رہ گیا ہے داغ اٹھانے کیلئے
زندہ بیٹھے ہیں ابھی ٹھوکریں کھانے کیلئے

خیمے تاراج ہوئے لوٹے گئے اہل حرم　　سر برہنہ سر بازار پھرائے گئے ہم
قید زنداں میں رہے مورد آفات و الم　　اب یہ درماندہ ہیں ہم اور اک سید سجاد کا دم
کس زباں سے کہیں بی بی جو اذیت پائی
اپنے کشتوں پہ نہ رونے کی بھی مہلت پائی

واقعہ دشت مصیبت کا بتائیں کس کو　　روح فرسا یہ کہانی ہے سنائیں کس کو
بہر تسکین دل زار بلائیں کس کو　　سب سے شرم آتی ہے شکل اپنی دکھائیں کس کو
کس مپرسی کا جو عالم ہے کہیں کیا صغرا
موت نے بھی ہمیں غربت میں نہ پوچھا صغرا

زندگی ہو گئی بدتر کہ نکلتا نہیں دم　　ٹھوکریں کھا کے بھی در در نہ ملی راہ عدم
آرزو تھی کہ یہ صورت نہ دکھاتے تمھیں ہم　　چار آنکھیں نہیں ہوتیں سر سرور کی قسم
روح اسی قافلہ کے ساتھ رواں ہو جاتی
کاش یہ شکل تہ خاک نہاں ہو جاتی

منتیں مانی تھیں جن کے لئے وہ مر گئے سب　　تین دن کی وہ عطش اور وہ سوکھے ہوئے لب
وہ کڑی دھوپ وہ لو اور وہ گرمی کا تعب　　مرتے سب مر گئے قطرہ نہ ملا ہائے غضب
یوں بھی مانگا تھا دم تشنہ دہانی پانی
رگیں کٹنے میں صدا آتی تھی پانی پانی

عباسؑ علمدار کی شخصیت

(از جناب سید افضال حسین صاحب نقیر رضوی سبزواری پھولسی سب انسپکٹر پولیس کھیری)

اے شیر علیؑ عباسؑ جری! اے ماہ بنی ہاشم لقبی!
مشہور جہاں میں آج بھی ہے تیرا افسانہ کیا کہئے

عباسؑ ابن علیؑ شجاعان عالم کی صف میں ممتاز شخصیت کے مالک ہیں۔ معرکہ کربلا میں جو کارہائے نمایاں انھوں نے انجام دیئے ہیں، صفحات تاریخ میں یادگار ہیں۔ وہ سپاہ حسینی کے علمدار تھے اور سقائے الحرم کے لقب سے بھی ملقب ہیں۔

یہ وہ جوان رعنا تھے کہ حسن و جمال میں اپنا نظیر نہ رکھتے تھے اور اسی بنا پر قمر بنی ہاشم کہلاتے تھے ان کا چہرہ روشن بازو بھرے ہوئے سینہ کشادہ اور قد بلند و بالا تھا۔ وہ دو رکابہ سمند پر سوار ہوتے تھے تو بھی قدم مبارک زمین پر خط دیتے جاتے تھے۔ تنومندی اُن پر ناز کرتی تھی۔ وہ بیشہ شجاعت کے شیر نر تھے۔

ان کی والدہ فاطمہؑ کلابیہ عرب کے اس خاندان سے تھیں جس کے متعدد افراد مثلاً طفیل فارسی۔ قرزل اور عامر وغیرہ چاردانگ اپنی شجاعت اور بہادری کی بناء پر مشہور تھے۔ عقیل ابن ابی طالبؑ جیسے ماہر انساب عرب نے ان کو حضرت علیؑ کی زوجیت کے لئے منتخب فرمایا تھا اور اس طور پر عباسؑ کی رگوں میں وہ مشترک خون دوڑ رہا تھا جو عرب کے دو شجاع قبیلوں میں جدا جدا موجود تھا۔

ان کے تین بھائی عبد اللہ۔ عثمان اور جعفر اور بھی تھے جنھوں نے نصرت حسینؑ میں درجۂ شہادت حاصل کیا۔ عباسؑ ان سب سے بڑے تھے اور ۶۱ھ میں جب وہ شہید ہوئے ہیں تو ان کی عمر ۳۴ سال کی تھی۔ فاطمہ کلابیہ ان چاروں بیٹوں کی ماں ہونے کی وجہ سے ام لبنین کہلاتی تھیں۔

عباسؑ علمدار کی حوصلہ مندیاں اور اولوالعزمیاں اُن تقریروں سے بخوبی ظاہر ہوتی ہیں جو انھوں نے امام حسین علیہ السلام کے خطبوں کے جواب میں کی ہیں اور جو تاریخوں میں موجود ہیں۔ ان کے بدن کا رواں حسینؑ کے عشق و محبت میں ڈوبا ہوا تھا۔ ان کی عالی ہمتی سے اس بات کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ وہ کسی حال میں بھی نصرت امام سے باز نہیں رہ سکتے تھے۔

ان کی شجاعت بے پایاں اظہر من الشمس ہے۔ جادو وہ جو سر پہ چڑھکر بولے۔

چنانچہ خود دشمن ان کی بے نظیر بہادری کے مداح تھے ؎

اک آن میں عباسؑ نے رن پاٹ دیا تھا
میدان میں آثار قیامت کے عیاں تھے

مگر افسوس یہ ہے کہ ان کی پوری قوت و شجاعت کا مظاہرہ معرکہ کربلا میں ہونے نہیں پایا کیونکہ روز عاشورہ جملہ مجاہدین کے پیش نظر صرف دو فرائض تھے یعنی اعدائے دین کو قتل کرنا اور اس سعی و کوشش میں خود مقتول ہو جانا مگر ان کے سپرد کچھ اور اہم فرائض بھی تھے یعنی علم حسینی کی شان کو قائم رکھنا اور اہل بیت اطہار کے لئے پانی کی سبیل کرنا۔

ایک جنگ آزما سوار کی شان دارو گیر میں یہ ہوتی ہے کہ اس کے بائیں ہاتھ میں سپر اپنی حفاظت کے لئے رہتی ہے اور داہنے ہاتھ میں تلوار دشمن پر حملہ کرنے کے لئے ہوتی ہے مگر ان کو ڈھال سے تو کچھ واسطہ ہی نہ تھا کیونکہ وہ ہاتھ علم کے لئے مخصوص ہو کر رہ گیا تھا۔ داہنے ہاتھ میں تیغ آبدار ضرور تھی مگر شانے پر مشک خالی تھی تو اور بھری ہوئی تھی تو برابر جنگ کرنے میں بارج ہوتی رہی۔ کاش یہ مشک خیام الحرم میں پہنچ جاتی اور عباسؑ کو آزادی سے جنگ کرنے کا موقع مل جاتا تو آج صفحات تاریخ اس جنگ کا کچھ اور ہی نقشہ پیش کرتے ہوتے۔

عباسؑ کی شخصیت ان کی جانبازی اور ثابت قدمی کا اظہار اس واقعہ سے بھی ہوتا ہے جو تاریخوں میں مرقوم ہے یعنی شمر ذی الجوشن فوج مخالف کا ایک سردار ان کی والدہ ام البنین کا ماموں زاد یا پھوپی زاد بھائی جب وہ وارد کربلا ہوا تو سب سے پہلے خیام حسینی کے پاس آکر چلایا۔

"کہاں ہیں میرے بھانجے عباسؑ اور ان کے بھائی عبد اللہؑ عثمان اور جعفر ان کے لئے جان کی امان منظور ہے وہ لشکر حسینؑ سے علیحدہ ہو جائیں"

مگر وارث استقلال فرزندان علیؑ نے شمر کو وہ جواب دیئے کہ وہ وہاں سے شرمندہ ہو کر ٹل گیا۔

ایسا ہی ایک واقعہ تاریخ طبری میں عبد اللہ خزامی کی طرف منسوب کر کے لکھا ہوا ہے کہ یہ شخص ام البنین کا حقیقی بھتیجہ تھا اور رؤسائے کوفہ میں ممتاز درجہ رکھنے کے علاوہ گورنر ابن زیاد کی ناک کا بال بھی تھا۔ چنانچہ جب لشکر یہ لشکر امام حسینؑ کو قتل کرنے کے لئے کوفہ سے کربلا کی طرف روانہ ہونے لگے تو اس نے ابن زیاد سے کہا کہ حسینؑ کے ساتھ

میری پھوپی کے چار فرزند عباس اور ان کے بھائی ہیں لہذا ان کے لئے امان نامہ لکھدے کہیں ایسا نہ ہو کہ تیرے لشکری ان کو بھی قتل کرڈالیں۔ یہ سنکر ابن زیاد نے ان کے لئے امان نامہ لکھکر حوالے کیا۔ عبداللہ نے یہ امان نامہ اپنے غلام کزمان کے ذریعہ سے عباس کے پاس روانہ کردیا جو ۸ یا ۹ محرم کو ان کے پاس پہونچا مگر اللہ اکبر کیا ہمت تھی عباس کی کہ اس امان نامہ کو پڑھکر چاک کردیا اور غلام سے کہا۔

"ہمارے بھائی کو ہمارا اسلام پہونچا کر کہدینا کہ ہم کو اپنے لئے تو بس خدا کی امان کافی ہے ہاں اگر تجھ سے ہوسکے تو ہمارے بھائی حسینؑ کے لئے امان نامہ حاصل کر۔" ؎

شیر ہیں بیشۂ حیدر کے ہمیں ڈر کیا ہے
سر ہتھیلی پہ ہمارا تو دھرا رہتا ہے

تاریخوں سے پتہ چلتا ہے کہ عباس نے شب ہشتم کو بھی سقائی کی خدمت بدرجۂ اتم انجام دی ہے اور غالباً یہی وجہ ہے کہ آٹھویں محرم ان کے نام سے مختص ہو کر رہ گئی ہے۔

اس کی سرگزشت یوں ہے کہ "اسی روز تیس سوار اور بیس پیادے ان کے ہمراہ تھے جب وہ نہر پر پہونچے تو رات ہو چکی تھی اور چاندنی کھیت کر رہی تھی۔ گھاٹ کا نگہبان افسر عمرو بن حجاج ہوشیار ہوگیا اور مزاحم ہو کر کہنے لگا کہ پانی ہرگز نہیں لینے دوں گا چنانچہ عباس نے اپنے پیادوں کو اشارہ کیا کہ مشکیں بھر لو اور خود مع سواروں کے عمرو اور اس کی فوج کی طرف تلواریں نکالے متوجہ ہوئے وہ لوگ ہیبت کھا کر ہٹ گئے اور اس طرح بیس مشک پانی بغیر کسی کا خون بہائے ہوئے خیام حسینی پر پہونچ گیا۔

روز عاشورہ قریب عصر جب تمام بنی ہاشم کا خاتمہ ہوگیا تو عباس کو اذن جہاد ملا اور ساتھ ہی امام حسینؑ نے فرمایا کہ لے بھائی اگر ممکن ہو سکے تو پانی کی سبیل کرنا انھوں نے ایک مشکیزہ لے لیا اور میدان جنگ کو روانہ ہوئے مگر اس بہادر کی لڑائی نے آن واحد میں سحر کے کارزار کا نقشہ بدل کر رکھدیا۔ لشکری بے تحاشا فرار کرتے ہوئے نظر آنے لگے کسی میں تاب مقاومت نہ تھی اور یہ واقعہ ہے کہ وہ جنگ پر راغب نہ تھے بلکہ دریائے فرات پر جانے کے لئے راستہ صاف کر رہے تھے چنانچہ پے در پے حملوں سے راہ صاف ہوگئی اور تکبیروں کے شیرانہ نعروں سے رن بول اٹھا ؎

بڑھ بڑھ کے وہ حملوں کا کرنا مانند حمزہ اور جعفر کے
بڑھ بڑھ کے رجز حیدر کی طرح وہ رن کو ہلانا کیا کہئے

یہاں مارد کی روایت کو حوالہ قلم کرنا خالی از دلچسپی نہ ہوگا۔

یہ شام کا ایک مشہور پہلوان تھا جب اس نے فوجوں کو اس طرح فرار کرتے دیکھا تو اس کی رگ حمیت کو ٹھیس لگی چنانچہ اس نے گھوڑا آگے بڑھا کر عباس کو ان الفاظ میں ٹوکا۔

"اے لڑکے ٹھہرو اور اپنا حسب و نسب بیان کرو کیونکہ جو لوگ تم سے اب تک لڑے وہ تم پر مہربانی کرتے تھے۔ میری جبلت میں درشتی اور سختی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے اور میری سرشت میں رحم نام کو بھی نہیں ہے۔"

یہ پہلوان اس قدر جسیم اور قوی ہیکل تھا کہ اس نے عباس جیسے تنومند مبارز سے لڑکے کے نام سے خطاب کیا تھا۔

عباس یہ سنکر اپنی جگہ پر ٹھہر گئے اور اپنا نام و نشان اور قبیلہ کا پتہ بتا کر اس کو دو ٹوک جواب دینے لگے جس سے اس کی آتش غضب بھڑک اٹھی اور وہ اپنا لمبا نیزہ لے کر حملہ آور ہوا۔ شیر علیؑ نے اس نیزہ کو پکڑ کر ایسا جھٹکا مارا کہ اگر مارد اس کو چھوڑ نہ دیتا تو زمین پر آ رہتا اب اسی کے نیزہ سے اس پر حملہ کیا مگر ظالم اپنا پہلو بچا گیا نتیجہ یہ ہوا کہ نیزہ اس کے گھوڑے کے پوری طاقت سے لگا۔ آن واحد میں مرکب الف ہوگیا اور راکب زمین پر آرہا۔

شمر نے یہ دیکھکر اس کے غلام سے کہا کہ اگر ممکن ہو سکے تو اس کا کوتل گھوڑا اس کے پاس پہونچا دے ورنہ تیرا مالک عالم بیچارگی میں جان سے ہاتھ دھو بیٹھے گا۔ وفادار غلام یہ سنتے ہی گھوڑا لے کر روانہ ہوا۔ یہ گھوڑا بہت ہی چست و چالاک تھا اور اس کا نام طاویہ تھا جیسا کہ ضیاء العین میں مرقوم ہے۔

عباس نے اس کیفیت سے مطلع ہو کر مارد کو تو اسی طرح چھوڑا اور اس غلام کی طرف جھپٹے۔ فوراً اسے نیزہ سے ہلاک کردیا اور خود طاویہ پر سوار ہوگئے۔ اب پھر مارد کی کمبختی آئی وہ اس دوسری مصیبت پر غم سے چلا رہا تھا کہ انھوں نے اسی کے نیزہ سے اس کو بھی واصل جہنم کیا۔

امام حسینؑ بھائی کی لڑائی کو ملاحظہ فرمارہے تھے۔ فرط خوشی سے نزدیک آگئے اور فرمانے لگے۔

"اے عباس تم خاندان کی ناک ہو آج تم نے اس گھوڑے کو دوبارہ حاصل کرلیا جو تمھارے بھائی حسنؑ کی ملکیت تھا اور ان سے مدائن میں چھین لیا گیا تھا۔ یہ گھوڑا بادشاہ رے کا ہے جب تمھارے باپ نے اس کو قتل کیا تو اس مرکب کو تمھارے بھائی کو عطا کیا تھا۔"

عباس یہ حالات سنکر بہت خوش ہوئے اور امام عالیمقام کو خیام کی جانب روانہ کرکے پھر جنگ کرنے لگے۔

آج تیرہ سو برس کے بعد نہر فرات کا نقشہ بالکل بدلا ہوا ہے۔ خصوصاً اس وجہ سے بھی کہ متوکل جیسے دشمن اہلبیت بادشاہ نے اس کا رخ بدل کر شہدائے کربلا کے مزاروں کو مابین ۲۳۶ھ و ۲۵۰ھ آب نہر سے بہا دینے کی ناکام کوشش کی تھی لیکن زمین کربلا قدرت خدا سے بلند ہوگئی اور فرات اس طرف اپنا راستہ اختیار

نہ کر سکی۔ رباعی

مرقعے کہ سوا ہد بصیرت غائر۔ حکایتے کہ نہ گنجد تصور شاعر
بیا بیا متوکل ببیں مزار حسینؑ ۔ زمین بلند شد و آب نہر شد حائر

مگر روز عاشورہ سنہ ۶۱ھ میں یہ مسلم ہے کہ نہر فرات خیام حسینؑ سے کم از کم ایک میل کے فاصلہ پر واقع تھی جس کے گھاٹ پر آہن پوش فوج کی چار صفیں جمی ہوئی تھیں اور یہ دستہ محافظ نہر اس فوج کے علاوہ تھا جو میدان میں مجاہدین سے جنگ کر رہی تھی۔ عباسؑ نے میدان والی فوج کو دم ملا کے دم میں بھگا دیا جس کے بعد تن تنہا وہ اس دستہ فوج سے نبرد آزما ہوئے۔

دنیا میں اس ہمت و جرأت کا مظاہرہ کہاں نظر نواز ہو سکتا ہے اور اس قوت و شجاعت کی نظیر کب مل سکتی ہے۔ اللہ اکبر تھوڑی ہی دیر میں اس جری نے تمام صفوں کو توڑ ڈالا اور دورانہ نہر میں گھوڑا اڑا دیا ؎

قیصر مبالغہ نہیں پہونچا لب فرات ۔ فوج خدا کے سپہ سالار کا عالم
عباسؑ نامور سے وفادار کا علم

وہ تھوڑی ہی دیر میں مشک بھر کر نہر سے باہر نکل آئے مگر اب لشکر مدعین کو غیرت و حمیت نے جانیں دینے پر آمادہ کر دیا اور متفقہ طور پر دلوں میں ٹھان لیا گیا کہ پانی حسینؑ خیام میں ہرگز نہ پہونچنا چاہیے چنانچہ تمام فوج سد راہ ہو کر آمنڈ پڑی۔

اس وقت سورج کی شعاعوں سے چنگاریاں برس رہی تھیں تمازت آفتاب نے میدان کارزار کو سرخ انگارہ بنا رکھا تھا۔ دن ڈھل رہا تھا اور جلتی ہوئی زمین سے بخارات اٹھ رہے تھے۔ لو شدت سے چل رہی تھی اور تشنگی نے نڈھال کر رکھا تھا کیونکہ خلف ساقی کوثر نے نہر میں گھس کر بھی لب تر نہیں کئے تھے۔ آہنی زرہ بکتر کی تپش جسم کو جلائے ڈالتی تھی اور سامنے عرب کی مسلح فوج آہنی دیوار بنی کھڑی تھی مگر واہ رے دلیری اور واہ رے تہور کسی بات کو دھیان میں نہیں لائے۔ تلوار بلند ہو گئی اور آہنی صفیں پھر ٹوٹنے لگیں۔ اس موقع پر انکا یہ رجز تاریخوں میں مرقوم ہے ؎

انی انا العباسؑ اغدو بالسقا ولا اہاب الموت یوم الملتقی

ترجمہ:۔ میں عباسؑ ہوں مشک ضرور بالضرور لیجاؤں گا اور جنگ کے وقت اپنی موت کی ہرگز پرواہ نہ کروں گا۔

اگرچہ لشکر شام کائی کی طرح پھٹتا جا رہا تھا مگر سب جان پر کھیلے ہوئے تھے ان کے سر مثل خیار ترکٹ کٹ کر گر رہے تھے پھر بھی ہٹنے کا نام نہ لیتے تھے اُدھر انکے رجز اور تیوروں سے ظاہر ہو رہا تھا کہ مشک وہ ضرور لے جاویں گے۔

یہ رنگ دیکھکر حکم بن طفیل اور زید بن ورقا نے باہمی مشورہ کیا کہ جب تک ان کے ہاتھ قلم نہ کئے جاویں گے ان کے مشک لیکر صحیح و سلامت نکل جانے کا اندیشہ فرو نہیں ہو سکتا اور یہ طے کر کے دائیں اور بائیں موقع کی تلاش میں لگ گئے تا اینکہ دونوں شقی اپنے ارادوں میں کامیاب ہو گئے مگر قوت ارادی کا یہ عالم تھا کہ دونوں ہاتھ جدا ہونے پر بھی جانہ زین پر قائم رہے اور مشکیزہ کے آویزے کو دانتوں میں داب کر گھوڑے کو ایڑھ پر ایڑھ لگانے لگے ؎

خوں میں عباسؑ نہا یا کئے ۔ مشک سکینہؑ کو بچایا کئے

آہ اب مخالفین چیرہ دست ہو کر ان کے بالکل قریب آ گئے۔ سامنے سے تیروں کی بارش ہونے لگی کہ ناگاہ ایک تیر مشک میں آ لگا جس سے پانی بہنے لگا اسی کے ساتھ دوسرا تیر آنکھ میں پیوست ہو گیا اور پیچھے سے کسی نے ایک گرز مارا مگر اس بہادر کو اپنے زخمی ہونے کا بالکل ملال نہ تھا لیکن افسوس اس مشک سے کیا پانی بہا دل ہی زندگی سے سیر ہو گیا۔ وہ گھوڑے سے گر پڑے اور شہید کر ڈالے گئے۔ قربان ہو یہ جان اس جناب کی سعی و کوشش پر۔ یالیتنی معہم فافوز فوزاً عظیما۔

مصنف ضیاء العین نے لکھا ہے کہ اس روز عباسؑ علمدار نے بارہ سو بیس[۱۲۲۰] دشمنان اہلبیت کو قتل کیا تھا۔

جب اس سانحہ ہوشربا کی خبر مدینے میں پہونچی تو ان کی والدہ ام البنین کا غم سے برا حال تھا۔ ان کے دلخراش نوحوں سے سننے والوں کے دل پاش پاش ہو گئے ان میں سے چند اشعار حوالہ قلم کئے جاتے ہیں ؎

لا تدعونی ویک ام البنین تذکرینی بلیوث العرین
اربعۃ مثل نسور الربی قد وصلوا الموت بقطع الوتین

ترجمہ:۔ اے مدینے والو اب مجھے فرزندوں کی ماں کہکر نہ پکارو اس سے تو مجھے میرے شیر یاد آتے ہیں۔ وہ چار تھے مثل باز شکاری کے مگر افسوس وہ سب اب موت سے ہم آغوش ہو چکے۔

ایک دوسرے نوحے کے تین شعر حسب ذیل ہیں ؎

یا من رای العباس کر علی جماہیر النقد
انبئت ان ابنی اصیب براسہ مقطوع ید
لو کان سیفک فی یدیک لما دنا منہ احد

ترجمہ:۔ میرے شیر عباسؑ کے دیکھنے والے کہاں ہیں جب وہ بھیڑوں کے گلے پر حملہ آور تھا۔ مجھے بتایا گیا ہے کہ میرے بچے کے سر پر گرز لگا تھا جس نے اس کے سر کو شگافتہ کر دیا۔ اے عباسؑ مجھے کامل یقین ہے کہ اگر تیری تلوار تیرے ہاتھ میں ہوتی تو کوئی تیرے قریب نہیں آ سکتا تھا۔

اس آخری شعر کے تیور ماں کے اس اعتماد کو کامل طور پر ظاہر کر رہے ہیں جو ان کو اس بیٹے کی شجاعت اور بہادری کی شجاعت پر حاصل تھا اور واقعہ بھی ایسا ہی ہے اگر ان کے ہاتھ قطع ہو کر تلوار نہ گری ہوتی تو کسی کی مجال نہ تھی کہ ان کے پاس قدر قریب پھٹک سکتا کہ ان کے سر پر گرز کا وار کرتا۔ اس جناب کے رعب اور غیظ و غضب کا یہ عالم تھا کہ اس حالت میں بھی عقب سے گرز کا وار کیا گیا تھا"۔



ہلال غم

از جناب سید علی اطہر صاحب مرغوب (اورسیر) رانی کھیت

چرخ پر نکلا ہلالِ غم نشانِ کربلا
ہو چلا آباد نظروں میں جہانِ کربلا

سرخیِ خونِ شہیداں ہے شفق سے آشکار
آسماں اظہار کرتا ہے بیانِ کربلا

بچھ گئیں گھر گھر عزاداروں میں ماتم کی صفیں
پھر لگی دہرانی جانے داستانِ کربلا

ہاں مہینہ تھا یہی اے دل انھیں ایام میں
لٹ رہا تھا کربلا میں کاروانِ کربلا

قالبِ انسانیت میں تھے ہزاروں اندنوں
مستعد مردم کُشی پر وحشیانِ کربلا

اک طرف تھی بربریت اک طرف انسانیت
مختصر کہیے تو یوں ہے داستانِ کربلا

چند کم سن کچھ جواں تھے چند بوڑھے کچھ ادھیڑ
ان بہتّر نے رکھی دنیا میں شانِ کربلا

بڑھ کے مظلومی نے توڑا تھا حدودِ صبر کو
انتہائے ظلم پر تھے ظالمانِ کربلا

منزلوں دور انبیائے ماسبق کے صبر سے
بڑھ گیا صبرِ شہِ تشنہ دہانِ کربلا

سننے والوں کا بھی آنسو بن کے بہتا ہے لہو
خوں چکاں وہ داستاں ہے داستانِ کربلا

باعثِ تخلیقِ دنیا کا نواسہ ہے حسینؑ
حیف اتنا بھی نہ سمجھے ظالمانِ کربلا

ہر ستارہ روکشِ خورشیدِ عالم تاب ہے
عرش سے کچھ کم نہیں ہے آسمانِ کربلا

جان دے کر ہی زندہ تو نے کی انسانیت
اے حسینؑ ابنِ علیؑ روحِ روانِ کربلا

آج مسجودِ خلائق ہے وہ کل جس خاک میں
بل گئے سجدہ کی خاطر ساجدانِ کربلا

سر تصدق کر کے تو نے لاج رکھ لی دین کی
اے شہیدِ راہِ حق اے رازدانِ کربلا

خون سے سینچا جب شہ ریگستان میں پانی ملا
گلشنِ اسلام تو نے باغبانِ کربلا

جائے پیدائش تو ہے اسلام کی مکہ ضرور
پرورش لیکن ہوا ہے درمیانِ کربلا

کاش ہم ہوتے حضوری میں تو ہوتے فیضیاب
رشک آتا ہے تم پر ساکنانِ کربلا

بے کسی میں بھی رہے اسلام پر ثابت قدم
آپ پر لاکھوں سلام اے بیکسانِ کربلا

کر سکی دنیا نہ پیدا آجتک تم سے بشر
ناصرِ دینِ خدا ہو ناصرانِ کربلا

گور فاقت میں نظامِ زندگی بگڑا اگر
بن گئے قسمت میں شہ کے دوستانِ کربلا

آجتک دنیائے دل میں پھر رہے ہیں جا بجا
زندۂ جاوید ہو کر کشتگانِ کربلا

خوف بھی تھا بھوک بھی نقصانِ مال و جان و آل
امتحاں سا امتحاں تھا امتحانِ کربلا

جب کسی صورت نہ پیاسوں تک رسائی ہو سکی
سر ٹپکتا رہ گیا آبِ روانِ کربلا

اصغرِ جاں باز تو نے ماجرائے تشنگی
لب دکھا کر کہہ دیا اے بے زبانِ کربلا

فاطمہ روئیں گی محشر میں قلق سے دیکھکر
حضرتِ زینب کے شانے ریسمانِ کربلا

سر پٹکا شانے کٹے چھوڑی نہ قدموں سے زمیں
نام ہے عباس کا وردِ زبانِ کربلا

کاروانِ مصطفےٰ قیدی ہوا تو بن گئے
حضرتِ زین العبا خود سارباںِ کربلا

زندگانی میں مقدر نے اگر شرکت نہ کی
کربلا پہونچیں گے مر کر عاشقانِ کربلا

ہے دُرِ مقصود رشتہ میں اسی کے منسلک
روز و شب **مرغوب** رہ تسبیح خوانِ کربلا

قصیدہ

ماہِ بنی ہاشم

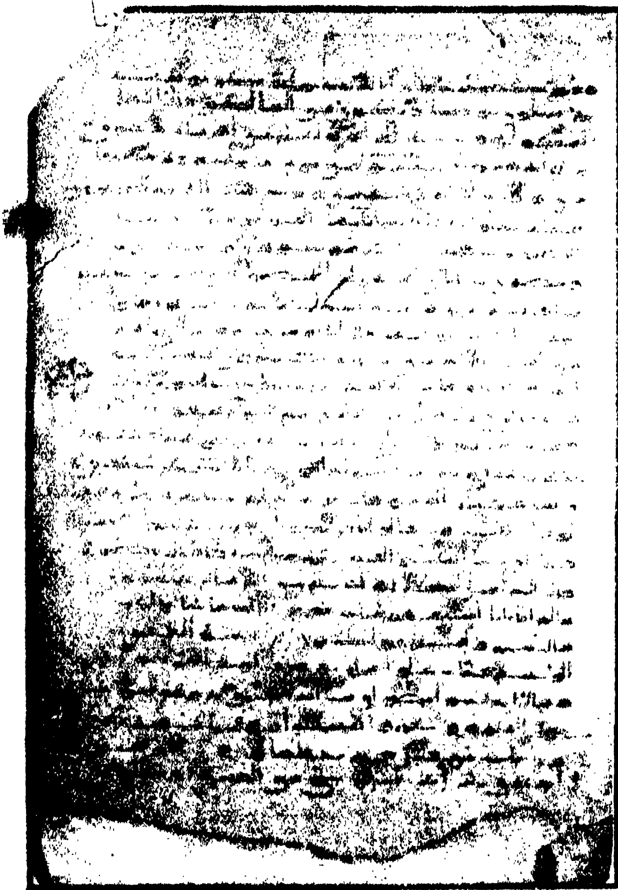
جناب سید افضال حسین صاحب قیصر رضوی سبزواری چھولسی سب انسپکٹر کچہری

وہ پہلے پہل سے دنیا میں تشریف کا لانا کیا کہیے
وہ معصومی کی حالت میں آغوش میں رہنا کیا کہیے
وہ نور فروزاں چہرہ پر وہ سحر نگاہوں کا کیا کہنا
وہ دنیا سے بے خبری میں طفلی کے لہو و لعب کے دن
وہ نادانی وہ ناسمجھی وہ ہٹ کرنا وہ رو دینا
اس فتنۂ قامت کے اوپر پیراہن یوسف کی خوبو
[illegible]
پھر دورِ خلافت کا آنا پیغام مسرت ساتھ لئے
[illegible] شہر مدینہ سے [illegible] حکومت کی
[illegible] فطرت کی اچانک بیداری
[illegible] عہد خلافت بھائی کا بس شان سے گزرا [illegible]
وہ آمد حکم بیعت کی وہ طلبی دار حکومت میں
[illegible]
[illegible] کے بن میں آنا [illegible]
[illegible] کے خیموں کے [illegible]
[illegible]
[illegible] کیا کہنا [illegible]
وہ جوش و غضب کے غلبہ میں وہ ہمت و جرأت کی شانیں
اس غیظ و غضب کا کیا کہنا اس آن شجاعت پر قربان
ان تکبیروں کے نعروں سے گھمسان لڑائی کے اندر
[illegible] گئے نظروں سے ممتاز بہادر لشکر کے
بڑھ بڑھ کے وہ حملوں کا کرنا مانند حمزہ اور جعفر کے
[illegible] زیب شانہ وہ ہاتھ میں جھنڈا لشکر کا
[illegible] شیر علی عباس جری اے ماہِ بنی ہاشم لقبی!

وہ عہد میں دن دن بھر ہنسنا وہ ماں کو منانا کیا کہیے
وہ نشو و نما رفتہ رفتہ روزانہ شبابانا کیا کہیے
وہ عارض نکھرا ایک ایک ادا جلوہ جانانا کیا کہیے
وہ [illegible] میں پھرنا گھر گھر بچپن کا زمانا کیا کہیے
وہ بھائی بہن کا مل جل کر ہر ناز اٹھانا کیا کہیے
اس حشر خرامی کے اندر عزم مردانا کیا کہیے
یعنی عالم میں ان کے پدر حیدر کا زمانا کیا کہیے
پھر شاہ جہاں کے بیٹے کی شان شاہانا کیا کہیے
پھر [illegible] دن اس شہزادہ کا کوفہ میں آنا کیا کہیے
وہ جلوہ حسن و جوانی کا وہ بیاہ رچانا کیا کہیے
پھر سبط اصغر سے جو ہوا برگشتہ زمانا کیا کہیے
وہ [illegible] کی بے ادبی پر غصہ کا آنا کیا کہیے
اب گھر سے بے گھر ہونا ہے باہر کا ٹھکانا کیا کہیے
وہ [illegible] رسالہ کو تنہا آنکھیں دکھلانا کیا کہیے
وہ تیغ برہنہ قبضہ میں نعرے شبیرانا کیا کہیے
وہ تشنہ لبی کی شب دریا سے پانی کا لانا کیا کہیے
اس صبر و حیا کو کیا کہیے وہ صبر دکھانا کیا کہیے
اس لو اور دھوپ کی گرمی میں تلوار چلانا کیا کہیے
میدان میں ہر سو لاشوں کے وہ ڈھیر لگانا کیا کہیے
اعدا کا لرزنا کانپ اٹھنا وہ گھبرا جانا کیا کہیے
تلواروں کی جھنکاروں میں وہ رعب جمانا کیا کہیے
بڑھ بڑھ کے رجز حیدر کی طرح وہ رن کو ہلانا کیا کہیے
وہ گھاٹ پہ لڑنا کیا کہیے وہ نہر پہ جانا کیا کہیے
مشہور جہاں میں آج بھی ہے تیرا افسانا کیا کہیے

کچھ اور بھی لکھتے قیصرؔ آلام و غم ہوتے نہ اگر
افزونی ہی تشویشوں میں دشمن ہی زمانا کیا کہیے

عکس تحریر حضرت امام جعفرؑ ... پڑھا

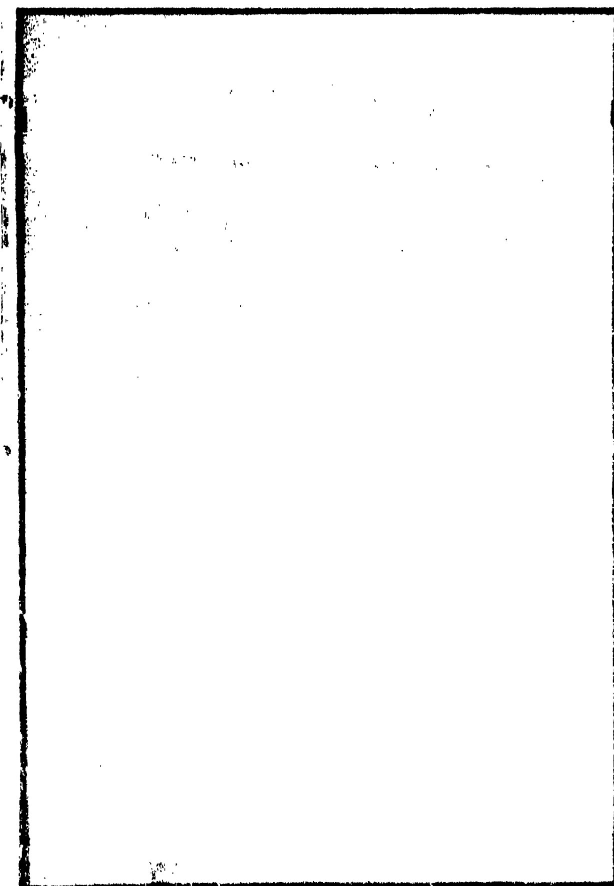


امام معصوم کے دست مبارک سے لکھے ہوئے قرآن پاک کے
ایک صفحہ کا فوٹو





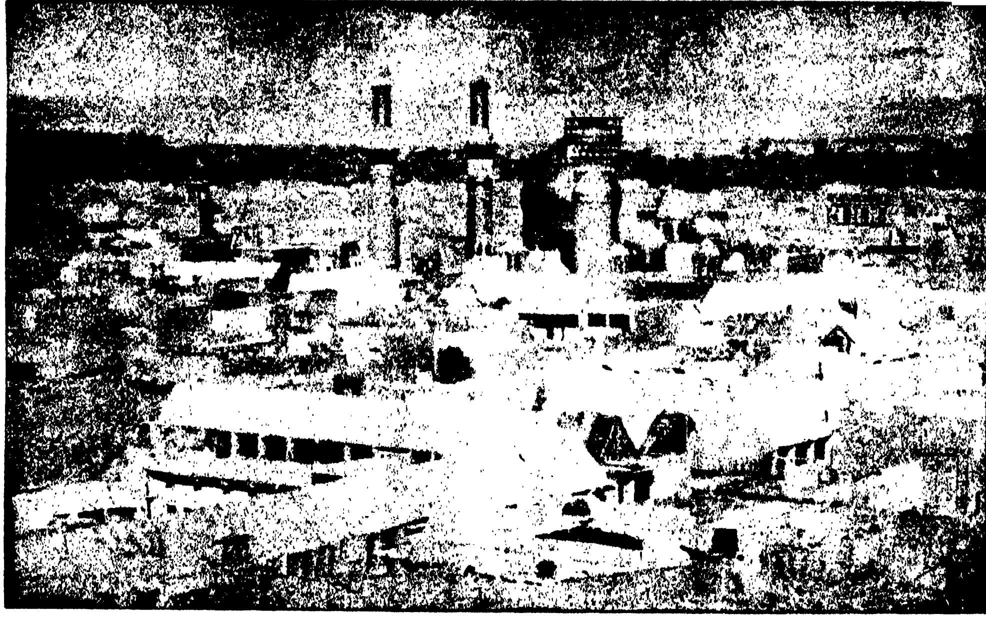
جناب سید بندہ حسن صاحب بہادر زیدی
مدار اعظم رامپور (جن کو سی۔ آئی۔ ای کا
خطاب ملا ہے)



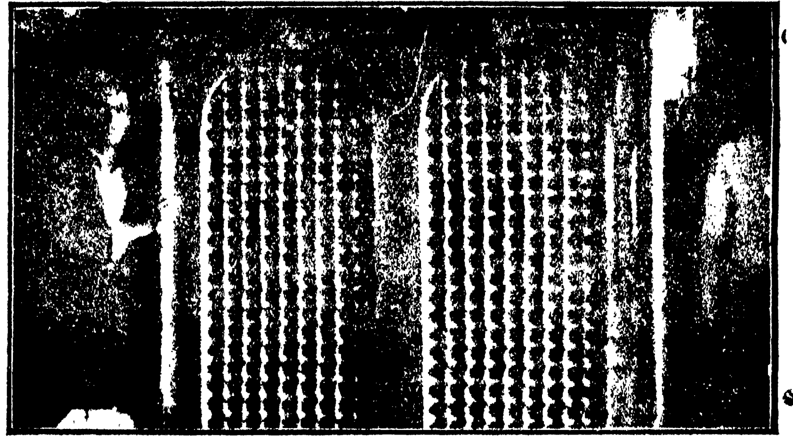
امام جعفر صادق علیہ السلام کے دست مبارک سے لکھے قرآن مجید کے تحریر کی
سند جو محمد عیسی القطبی نے سنہ ۲۰۳ میں لکھی



جناب مولانا سید محمد مرتضیٰ صاحب
برادر علامہ عرشی بنارس



کربلائے معلیٰ



روضہ حضرت مسلم کا اندرونی حصہ



جناب آغا محمد جعفر حسین صاحب و آغا محمد کاظم حسین
صاحب (ڈاکٹر) پسران خان بہادر نواب آغا محمد علی حسین
صاحب بہادر مرحوم نبیرۂ جناب نواب اغن صاحب مرحوم
بانی چپ تعزیہ لکھنؤ۔



قبیلہ بنی اسد کا دفن لاش کی شبیہہ نکالنا

الفضلیہ الرائیہ

حضرت مولانا ابی الفضل العباس علیہ السلام کی شان میں صدر الملۃ حضرت مولانا السید محمد مجتبیٰ صاحب قبلہ دام ظلہ مجتہد العصر سرپرست دائرۃ الاشاعت نوگانوہ کے معرکۃ الآرا قصیدہ مترجمہ مولانا حکیم سید ابو محمد صاحب نوگانوی پیش نماز جائس کا

سہام لہا فی القلب طال سعیرہا　　علی ان رماہا اللحظ وہو قصیرہا

میرے دل میں محبوبہ کے کچھ ایسے تیر پیوست ہیں جن کی سوزش طول کھینچ گئی ہے باوجودیکہ اس کی نگاہ نے ان کو ایسے حال میں مارا ہے کہ وہ چھوٹے چھوٹے ہیں۔

غنی بین جنبیہا عن الخلق کلہ　　وان انا التسآل شوقاً فقیرہا

محبوبہ کا مقصد تمام دنیا سے بے نیازی ہے اگرچہ اس کا محتاج نگاہ کرم فرط شوق میں کتنا ہی سوال وصل کرے۔

غدائرہا فی الطول مثل تارقی　　وانی دون العالمین اسیرہا

اُسکے گیسو درازی میں میری بے خوابی کی طرح ہیں اور میں ہی اُن کا اسیر ہوں زمانہ میں اور کوئی نہیں

اذابت فؤاد الصب دقۃ خصرہا　　ولکن جری من مقلتی غدیرہا

اُسکی کمر کی باریکی نے عاشق کے (میرے) دل کو گھلا کر پانی پانی کردیا لیکن یہ پانی یوں نکلا کہ میرا دریائے چشم بہنے لگا۔

حواجب عینیہا ہجمن علی الحشا　　کجند دعاہا للہجوم امیرہا

اس کی پلکوں نے میرے قلب و جگر پر اس فوج کی طرح حملہ کیا جسکو اُسکے سردار نے حملہ کیلئے بلایا ہو

علی عدنیہا السوداء سیف کہنّہ　　فیشرب ماء السایف لیلاً سمیرہا

اُس کی سیاہ آنکھ پر ایک ہندی تلوار ہے اور اُس کا قصہ گو رات بھر اس تلوار کا پانی پیتا ہے۔

ومن وجنتیہا یسرق النور طیبہ　　لذا قطعوہ وہی لیشرق نورہا

گل نے اُسی کے رخساروں کی خوشبو چرائی ہے اسی لئے لوگ اسے کاٹتے ہیں اور حال یہ ہے کہ محبوبہ کا نور ہمہ وقت چمکتا رہتا ہے۔

لہا ساق نور تشرق الضوء طالعاً　　عمود الصباح المستنیر نظیرہا

اُسکی پنڈلی نورانی ہے جو تیز روشنی پھیلاتی رہتی ہے اور روشن صبح کا ستون اُسکی نظیر ہے

لقد ضاق وسع الارض فی بعد دارہا　　فلم تتسع للصب الا قبورہا

جہاں سے محبوبہ کا حسن کردہ دور ہے وہاں عاشقوں کے لئے وسعت زمین تنگ ہوگئی ہے بس اب عاشق کو صرف قریب ہی میں جگہ مل سکتی ہے

فلما نأت عنی بسیارۃ النوی　　تمنی فؤادی لو توقف عیرہا

جب وہ دوری کے قافلہ کے ساتھ مجھ سے دور پہونچ گئی تو میرے دل میں تمنا ہوئی کہ اے کاش اس کا قافلہ ٹھہر جاتا۔

فنادیت ہذا الرکب لو تمہلوا　　اتذہب سلمی والمحب اسیرہا

پس میں نے ان سواروں کو آواز دی کہ کاش تم ٹھہر جاؤ کیا سلمیٰ چلی جارہی ہے اور عاشق اُس کا اسیر ہے۔

12 فلما انتہوا عن سرعۃ وتعطفوا　　وقال قفوا للقوم جہراً کبیرہا

13 مشیت لہا فی مشیتی متبختراً　　لانی بنفسی کنت قد ما[illegible]

پس جب وہ لوگ تیزی سے باز آئے اور مڑے اور ان سے آپ کے سردار نے بلند آواز سے کہا کہ "ٹھہر جاؤ" تو میں محبوبہ کی دست[illegible] کی جانب [illegible] اس لئے کہ [illegible] میں ہی اس سے قابل ہوں

14 تقرب منی خطوۃ بعد خطوۃ　　[illegible]

قدم اٹھاتے اٹھاتے سخت وشدید [illegible] تھکاٹ یعنی جب [illegible] سے قریب ہو

15 [illegible] بحوی [illegible]　　[illegible] نور [illegible] والشمس نورہا

اور جب وہ [illegible] روشنی کے ساتھ مجھ سے قریب ہوئی تو پایا اُس کی تابش حسن و جمال [illegible] ماہ خورشید کو شرمندہ کر رہی ہے۔

16 [illegible] لہا لقاء [illegible]　　[illegible] یا روحی فہاج زفیرہا

اور جب اُس کو [illegible] ہوئی تو میں نے [illegible] سے کہا کہ میری جان کہاں جاتی ہے یہ سنتے ہی اُس کی آہوں میں ہیجان پیدا ہوگیا

فکانت [illegible]　　[illegible] طرا [illegible] ہا

فوراً ہی [illegible] اُس کے چہرہ پر ایک [illegible] اور اُس کا تمام ریشمی لباس آنسوؤں سے تر ہوگیا۔

بلیت لہا بالقلب والعین ساعۃ　　واکاب لنفسی دمعہا وزفیرہا

میں بھی دیر تک [illegible] کی وجہ سے دل کو آنسوؤں اور ان آنکھوں سے روتا رہا اور اُس کے آنسوؤں اور آہوں نے [illegible] کو [illegible] پہونچایا

وقلت لہا صبراً جمیلاً وسلوۃ　　فلا [illegible] نصیرہا

اور میں نے اُس سے کہا کہ صبر جمیل [illegible] تو اس کا کوئی مددگار نہو

ولما تاملت البصیص بوجہہا　　ونور قلبی [illegible] منیرہا

عثرت علی بدر ولکن قریحتی　　رائت جبہۃ شمس الضحی تستنیرہا

اور جب میں نے غور سے اُسکے چہرہ کی چمک کو دیکھا اور [illegible] روشنی نے میرے قلب سرگشتہ کو منور کردیا۔

تو مجھے ایک چاند نظر آگیا لیکن میرے دل نے ایک [illegible] نورانی پیشانی کو دیکھا جس سے آفتاب درخشاں بھی روشنی حاصل کرتا ہے۔

ہو القمر الوضاء من آل ہاشم　　[illegible]

وہ ماہ تاباں بنی ہاشم میں [illegible]

فتی کم لہ من صولۃ حیدریۃ　　رحی الحرب [illegible] یدیرہا

آپ ایسے جوان ہیں کہ آپ کے بہت سے [illegible] ہوئے ہیں [illegible] جنگ کی چکی چلاتے ہیں

ہو الجعفر الطیار فی القوم ثانیاً　　بہ جنۃ الفردوس تزہو قصورہا

آپ اپنے خاندان کے دوسرے جعفر طیار ہیں آپ کی وجہ سے جنت الفردوس کے محلات [illegible] اور رونق پر

لجائت بہ ام البنین وحیدر　　ابوہ انتسابا [illegible]

آپ کی مادر گرامی قدر ام البنین اور آپ کے [illegible]

۲۶ تمت فی علیٍ فیہ غرُّ خصائصٍ حباہ بھا ربُّ العُلیٰ و امیرُھا

عَلیؑ کی تعلیم کی روشن صفات آپ میں بھی ہیں جو آپ کو خدائے برتر اور وَلی صفات نے عطا فرمائے ہیں۔

۲۷ لہ انوار تزری علی کلّ نیّرٍ فیخجلُ حتی فی السّماءِ مُنیرُھا

اور آپ کے انوار ہر روشن چیز پر عیب لگاتے ہیں یہاں تک کہ نیّر فلک بھی شرمندہ ہو جاتے ہیں۔

۲۸ ھو الاکمل الاعلیٰ وفاءً ونجدۃً ھو القلبُ فی الھیجاءِ وھو مُنیرُھا

آپ وفا و شجاعت میں اکمل و اعلیٰ ہیں آپ لڑائی میں قطب اور مدبر جنگ ہیں

۲۹ لم تعفہ عدلٌ حیاءٌ سماحۃٌ وھل لسواہُ مثلُھا ونظیرُھا

آپ میں عفت وعدل و حیا و سخاوت ہے اور کسی دوسرے میں ایسی صفات نہیں

۳۰ مطیعٌ لربٍّ ساجدٌ ذو کرامۃٍ تحیرُ البرایا اذا یفوحُ عبیرُھا

آپ خدا کے مطیع عالی منش اور صاحب کرامت ہیں جب اُن اوصاف کی خوشبو مہکتی ہے تو دُنیا محو حیرت ہو جاتی ہے

۳۱ ابو الفضلِ و الاحسانِ العزو التقی کُنیٰ فضحت فی الناس من یستعیرُھا

آپ ابو الفضل ابو الاحسان - ابو العزت - ابو التقی ہیں اور یہ ایسی کنیتیں ہیں کہ اگر کسی اور نے اختیار کیں تو انھوں نے اسکو آدمیوں میں رسوا کر دیا۔

۳۲ لہ فرسٌ مثل السفینہ جریھا ومن تحتھا سیل الدماءِ غدیرُھا

آپ کا گھوڑا ایسا ہے کہ اس کی رفتار کشتی کی طرح ہے اور اسکے نیچے جو خون بہتے ہیں وہ دریا کی جگہ ہیں۔

۳۳ لہ المنصب الاعلیٰ سناءً ورفعۃً فتخضع اجلالاً لدیہ بدورُھا

نورانیت اور بلندی و رفعت کے لحاظ سے آپ ایسے اعلیٰ منصب پر فائز ہیں کہ چاند بھی آپ کے سامنے عاجزی سے سرنگوں رہتے ہیں۔

۳۴ أیمکن ان یھوی علی الارض شاھقٌ ومن دونہ شھبُ السّماءِ ونورُھا

کیا یہ ممکن ہے کہ ایسی بلند ہستی زمین پر گر جائے حالانکہ شہاب ہائے فلک اور ان کا نور بھی آپ سے نیچے ہیں۔

۳۵ وتلک السّجایا التی ثبتت لہ غداۃَ علا حربٌ لطفوف سعیرُھا

یہی وہ سجیتیں ہیں جو اس دن ثابت ہوئیں جبکہ جنگ کربلا کی آگ بھڑکی،

ولو قال اذن الحرب من سبط احمدٍ لما بقیت من کوفۃ الجند دورُھا

اگر آپ کو نواسۂ رسول کی طرف سے اذن جنگ مل جاتا تو کوفہ چھاؤنی کے گھر تک بھی باقی نہ رہتے۔

رھینٌ بامر ابن الرسول وفائہ قتیلُ المصیبات الصعاب کسیرُھا

آپ کی وفا حکم فرزند رسول پر موقوف ہے آپ سخت شدید مصائب کے کشتہ وشکستہ ہیں،

حسینٌ لہ والاحکام مثل محمدٍ وعباسُ للعطرھفُ لعد امیرُھا

سید الشہداء رسولؐ کی طرح صاحب احکام ہیں اور رشید و سردار اہل مروت وسخا صاحب حسن و شرف جناب عباسؑ (امیر المومنین کی طرح) ان احکام کے نافذ و جاری کرنے والے ہیں۔

وارضٌ بھا بدرٌ منیرٌ لھاشمٍ فطوبیٰ لذی حظٍّ سعید یزورُھا

اور جس زمین پر بنی ہاشم کا چاند ہے جو خوش نصیب اس کی زیارت کرے وہ قابل مبارکباد ہے۔

فیا بن علیٍّ ھل لعبدٍ وسیلۃٌ الیک وھل فی الممکنات حضورُھا

پس اے فرزند علیؑ کیا آپ تک پہونچنے کا کوئی وسیلہ ہے اور آیا اس سرزمین تک پہونچنا ممکنات سے ہے

ففرّج ھمومی نجّنی من کا بتی فانی صریعُ المھلکات کسیرُھا

آپ میرے غموں کو دور کر دیجئے مجھے رنج و مصیبت سے نجات دیجئے کہ میں مہلک بلاؤں کا پچھاڑا ہوا اور کشتہ ہوں

تقبّل من العبد الذلیل قصیدۃً قصیرٌ عن المولی الجلیل خطیرُھا

اس عبد ذلیل کی طرف سے یہ قصیدہ قبول فرمائیے جس کا وہ حصہ بھی آقائے جلیل کی شایان شان نہیں جو عمدہ اور بلند ہے چہ جائیکہ باقی،

(سمط الدرر)

ابو الفضل العباس نمبر کی تیاری میں کارکنان مصروف تھے اس لئے ۲۱ جنوری ۱۹۴۱ء کا پرچہ شائع نہیں ہوا

منیجر

ذکر حسین

(از حضرت علامہ عرشی بنارسی اعلی اللہ مقامہ)

زیب بیاں ثنائے امام حسینؑ ہے — دل کی ضیا ولائے امام حسینؑ ہے
فردوس زیر پائے امام حسینؑ ہے — حق کی رضا رضائے امام حسینؑ ہے
کیا مدح ہے حسین علیہ السلام کی
اس نیک تذکرے سے ہے رونق کلام کی

دریائے نور کا در غلطاں حسینؑ ہے — اوج وفا کا مہر درخشاں حسینؑ ہے
روح روان پیکر ایماں حسینؑ ہے — دوش رسولؐ رحل ہے قرآں حسینؑ ہے
دوش نبیؐ پہ جلوہ شبیر دیکھئے
بالائے عرش نور کی تصویر دیکھئے

ابر مطیر رحمت داور حسینؑ ہے — اسلام کے سفینہ کا لنگر حسینؑ ہے
حق جس کا مشتری ہے وہ گوہر حسینؑ ہے — دریائے معرفت کا شناور حسینؑ ہے
قدسی درود پڑھتے ہیں اس نام پاک پر
سجدے فرشتے کرتے ہیں تربت کی خاک پر

دیباچہ صحیفۂ عالم حسینؑ ہے — اسرار کردگار کا محرم حسینؑ ہے
فخر مسیح و وارث آدم حسینؑ ہے — اوج شرف کا نیر اعظم حسینؑ ہے
اعلیٰ بھی مرتبہ میں شرف میں رفیع بھی
روز حساب امت احمدؐ کا شفیع بھی

ذی مرتبت بھی صاحب رعب و جلال بھی — خوش رو بھی خوش کلام بھی اور خوش خصال بھی
خیر النساء کا لال بھی اور خیر آل بھی — ملتا ہوا رسولؐ سے حسن و جمال بھی
با منزلت بھی صاحب اوج و وقار بھی ہو
عالی گہر بھی دوش نبیؐ کا سوار بھی ہو

رتبہ ہے ہر شہید سے برتر حسینؑ کا — خود خوں بہا ہے خالق اکبر حسینؑ کا
مومن کے پاک قلب میں ہے گھر حسینؑ کا — گھر ہے خدا کے گھر کے برابر حسینؑ کا
سر دے کے سرخرو سر دربار ہو گئے
فردوس کے جوانوں کے سردار ہو گئے

وہ بیکسی وہ ٹوٹی ہوئی ہر طرف سے آس — بے یاوری کا رنج و الم مضمحل اداس
بیٹھے ہوئے ہیں سوچ میں کچھ شاہ حق شناس — اطفال گرد و پیش ہیں بہنیں ہیں آس پاس
سینے میں بیقرار ہے دل لب پہ آہ ہے
حسرت سے ایک ایک کی جانب نگاہ ہے

دیکھا بہن نے غور سے بھائی کا جب یہ حال — کی عرض دست بستہ کہ اے سیدہ کے لال
کیوں خیر تو ہے فکر ہے کیا اور کیا خیال — کس امر میں یہ غور ہے کس بات کا ملال

بھیّا یہ کیوں بنے ہوئے تصویرِ یاس ہو
بتلاؤ نیک سیر کی قسم کیوں اُداس ہو
آخر ستم شعاروں سے کیوں گفتگو ہوئی — آمادہ جنگ پر ہیں کہ مائل بہ آشتی
فرمایا اب تو صلح کی صورت نہیں رہی — مائل ہے طبع جنگ پر اعدائے دین کی
... نبیؐ کی آل کا پیچھا ... نہیں
ہیں اپنی ہٹ پہ بانیٔ شر مانتے نہیں
زینبؑ ... گئی سنا جو یہ وحشت اثر پیام — باچشمِ نم یہ بھائی سے بولی وہ نیک نام
لازم ہے آپ کو بھی حفاظت کا انتظام — لکھیے خطوط اپنے محبوں کو یا امام
سب دوستوں کو جا بجا خبرِ جنگ دیجئے
موقع نہیں ہے دیر کا تعجیل کیجئے

(اس بند کے بعد مظلوم کربلا کا حبیبؑ ابن مظاہر کو خط لکھنا اور قاصد کا حبیبؑ کی خدمت میں پہونچنا اور حبیبؑ کا اپنی زوجہ سے امامؑ کے خط کا چھپانا اور زوجہ حبیب کا نصرت امامؑ پر حبیب کو ترغیب دینا۔ حبیب کا اپنے غلام کو بیرون شہر سواری لے کر انتظار کرنے کا حکم دینا اور غلام حبیب کا تاخیر آقا پر آمادہ سفر ہونا وغیرہ وغیرہ اپنے خاص رنگ علامہ مذکور نے نظم فرمایا ہے اور آخر کے چند بند جو حقیر کو بیحد پسند ہیں ناظرین کی خدمت میں پیش کرتا ہے۔ مرتضیٰ رضوی۔ سکریٹری رضویہ دار الاشاعت صوبہ بہار کھجوہ ضلع سارن)

گھوڑا مثالِ برق چمکتا ہوا چلا — اک جامِ عشق تھا کہ چھلکتا ہوا چلا
سبزہ تھا باغ کا کہ لہکتا ہوا چلا — مڑ مڑ کے منھ سوار کا تکتا ہوا چلا
آیا نہالِ فاطمہ زہرا کی کشت میں
سردار کو لئے ہوئے پہونچا بہشت میں

یاں منتظر تھے سخت دل سیدِ انامؐ — ذکرِ حبیبؑ کر رہے تھے شاہِ خاص و عام
ناگاہ چوبدار نے آ کر دیا پیام — آقا حبیبؑ ہوتے ہیں حاضر پئے سلام
بچپن کا دوست آیا جو تسلیم کیلئے
شبیرؑ اٹھ کھڑے ہوئے تعظیم کیلئے

زینبؑ سنیں حبیبؑ ابن مظاہر کا جو نام — فضہ سے مڑ کے کرنے لگیں اس طرح کلام
پہونچائے تو حبیب سے جا کر مرا پیام — کہنا کہ مطمئن ہوئی اب خواہرِ امامؑ
مشکور قلب سے ہے نواسی رسولؐ کی
تم کو سلام کہتی ہیں بیٹی بتولؑ کی

پُرفریب ہمدردی

(از جناب بیباک ماہلی مدظلہ)

بنی اُمیہ کے خونخوار بھیڑیوں کی فہرست میں جو آلِ رسولؐ کا خون پینے کے لئے کربلا کی تپتی ہوئی ریت پر جمع کئے گئے تھے شمر کی منحوس ذات ایسی نہیں ہے جس سے دنیا واقف نہ ہو اور یہ نہ جانتی ہو کہ حسینؑ کا احسان اس کے سر پر تھا۔ حسینؑ نے اسے قید کی حالت میں پانی پلایا تھا اور باپ سے اس کی رہائی کی سفارش فرمائی تھی۔ کوئی شریف النفس ہوتا تو اس احسان کا معاوضہ نہ معلوم کس صورت میں پیش کرتا۔

لیکن یزیدی دور میں جبکہ ظلم و ستم کی فراوانی عروج پر تھی اور فریب کاری و فتنہ انگیزی کا جال ہر طرف بچھا ہوا تھا۔ شام و عراق کے مکاروں و دغا بازوں کو انعام و اکرام کی تحریص و جاہ و منصب کی ترغیب دے کر اس شیشے میں اتارا جا رہا تھا کہ وہ اپنے فن فریب کاری و مکاری سے شجر حکومت کی جڑ کو کھوکھلی نہ ہونے دیں اور حتی الامکان رسولؐ کے چھوٹے نواسہ حسینؑ کا بھی خاتمہ اسی انداز سے طلسمی جال بچھا کر کر دیں جیسے بڑے نواسہ کا کیا گیا۔

اس وقت شمر جیسے استاد زرق و شید کا حکومت کی ناک کا بال ہو جانا اور احسان فراموشی کا جام پی لینا نہایت آسان تھا۔ چنانچہ اسی کوفہ کے مطلق العنان گورنر کے سامنے جو کہ حسینی معاملات کے سیاہ و سفید کا مالک بنا کر بھیجا گیا تھا اپنے کو حسین علیہ السلام کا پکا دشمن بنا کر پیش کیا اور ابن زیاد کے دماغی منصوبوں کے میدان عمل میں لانے کا ذریعہ بن گیا۔ پھر کیا تھا ابن زیاد نے اس کے دل و دماغ میں چھپے ہوئے تمام زہریلے مادوں کا مطالعہ کر لیا اور اپنی ظالمانہ سیاست کے ترکش کا تیر بنا کر عمر ابن سعد کے اس خط کے جواب میں جو حسین علیہ السلام سے صلح و مصالحت کے ضمن میں کربلا کے میدان سے آیا تھا۔ میدان نینوا کی طرف روانہ کر دیا اور صاف لکھ دیا کہ اگر تجھ سے سرداری لشکر نہیں ہوتی تو اب تک حسینؑ سے صلح و مصالحت کی گفتگو میں اُلجھا وقت کو ضائع و برباد کر رہا ہے تو اپنی جگہ شمر ذی الجوشن کو دیدے۔

گو اعراب میں رشتۂ اخوت و ہمدردی زیادہ تر باپ کی نسل سے زیادہ وابستہ تھا اور ایک ہی باپ، دادا یا پردادا کی اولاد میں اتحاد و اتفاق ہوتا تھا تاہم مادری سلسلہ کو بھی اس میں بہت دخل تھا۔ اکثر شادی و بیاہ کے ذریعہ سے بھی دو قبیلوں اور خاندانوں میں نہایت مستحکم سلسلہ یکجہتی پیدا ہو جاتا تھا اور ماموں اس رشتۂ اخوت کی مضبوط کڑی سمجھا جاتا تھا جس کا نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ اس قبیلہ و خاندان کے تمام لوگ ماموں و نانا کے نام سے موسوم کئے جاتے تھے جس قبیلہ کی عورت ہوتی ہے وہاں کے تمام لوگوں سے مذاق کیا جاتا ہے اور وہ سب کے سب خسرانی رشتہ میں منسلک سمجھے جاتے ہیں۔

چنانچہ میدان نینوا میں آنے کے ساتھ ہی شمر کی پُرفریب نگاہ جناب حضرت ابو الفضل العباس علیہ السلام پر اس ماموں دکھلانے کے ادعائی رشتہ سے پڑی کیونکہ جناب ام البنین اسی قبیلہ سے تعلق رکھتی تھیں جس میں شمر پیدا ہوا تھا حالانکہ یہ بھی اس کی ایک قسم کی سیاسی فریب کاری تھی جو ہمدردانہ لباس میں صرف اس لئے منظر عام پر لائی جانے والی تھی کہ فوج حسینی کی ہیبت کم ہو جائے اور جو خوف و رعب جناب حضرت ابوالفضل العباس علیہ السلام کی حقیقی شجاعت کا ہشت ہزار یزیدیوں کے دل پر طاری ہو کر احساس ناکامی بن رہا ہے مٹ جائے۔

مگر اسے اس کی کیا خبر تھی کہ عباسؑ پروردۂ آغوش حسینؑ ہے۔

عباسؑ کی پہلی غذا حسین علیہ السلام کا لعاب دہن ہے اور حسینؑ کے لئے رسولِ مقبول خود فرما چکے ہیں کہ حسینٌ منی و انا من الحسینؑ۔ پس جو فضائل و محامد علی ابن ابی طالبؑ میں آغوش رسولؐ میں پرورش پانے کی وجہ سے تھے سب باستثنائے وصایت و امامت کے عباسؑ میں [illegible] عباسؑ نے حسینؑ کی زبان مبارک چوس کر وہی فیضان حاصل کیا تھا جو علیؑ میں زبان رسولؐ کے چوسنے سے [illegible] نصرت و رفاقت رسولؐ کی طرف سے [illegible] ابوالفضل العباسؑ کے دل میں بھی پیدا [illegible] حسینؑ و عباسؑ بھی دیکھنے میں گو دو نظر آتے ہیں [illegible] کے دو موتی ہیں۔ ایک ہی شاخ کے دو پھول ہیں [illegible] کے دہن مبارک میں جناب فاطمہ زہرا [illegible] شبیرؑ کی دعائیں ہیں جو آیہ تطہیر میں داخل ہیں [illegible] آیۂ ابناءنا رسالت کے بیٹے ہیں [illegible] ام البنین سلام اللہ علیہا کے شبیرؑ کی دعا [illegible] کی بیٹی ہیں جن سے علی ابن ابی طالبؑ [illegible] تھا کہ عباسؑ [illegible] لہٰذا اگر جناب عباسؑ کے [illegible]

تلوار کی چھاؤں میں سو کر۔ اُحد کی جنگ میں سینہ سپر ہو کر رسول کی حفاظت کی تھی تو آج وارثِ علی عباسؑ کو اس وقت تک حسینؑ کی حفاظت کا ذمہ دار ہونا چاہیے جب تک کہ عباسؑ کے جسم و روح کا مرحلہ طے نہ ہو جائے کیونکہ حسین علیہ السلام کے سامنے وہی مدعا ہے جو رسولؐ اکرم علیہ السلام کے سامنے تھا۔ حسینؑ جنگ کے لئے نہیں آئے ہیں بلکہ نانا کے دین اور اسلام کی روحانیت کو بچانے کے لئے آئے ہیں۔ حسینؑ کی جنگ گیری کی ہر سطر ... ہے تاکہ تہذیب و اخلاق دین و صداقت کی ... کھینچ دی ہے اور دین محمدی کی محبت سے ... علیؑ ابن ابیطالبؑ کی نصرتوں پر پانی پھیر دیا۔ کیونکہ خلافت و امارت کے متعلق حسینؑ کو کھڑا کر دیا ہے ورنہ حسینؑ کی ایک ہاں پر فیصلہ تھا ... تھی مگر اس صورت میں فاسق و فاجر یزید اسلام کے قوانین حقیقی کا شارح تسلیم کر لیا جاتا اور رسولؐ کی جان کا ... ہو جائیں اور کوئی یہ کہتا ہوا دکھائی نہ دیتا کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔

پس اگر علیؑ نے نصرت اسلام میں رسولؐ کے پسینہ پر خون گرایا ہے تو آج عباسؑ کا فرض ہے کہ محافظت اسلام میں دشمنان اسلام کو حسینؑ کی طرف آنکھ اٹھا کے دیکھنے نہ دیں۔

قاعدہ ہے کہ کوئی بات جائز ہو یا ناجائز جب انسان کے دماغ میں جگہ بنا لیتی ہے تو کسی حسن و قبح پر غور کرنے نہیں دیتی اور ہر وقت اس کا عملی تصویر پیش نگاہ رکھتی ہے۔ چنانچہ شمر اپنے خیالات کی بنا پر کامیابی کا چمکدار چہرہ دیکھنے کے لئے اس ہلکی سی بات کو کہ میں باعتبار قبیلہ کے عباسؑ کا ماموں ہوں۔ میں انھیں اپنی طرف ملا کر فوج حسینی کی قوت کم کر دوں گا لیکر آگے بڑھا اور شب عاشور جیسی پر ہول و الم انگیز رات کو جس کا نظیر دنیا کی کوئی تاریخ پیش نہیں کر سکتی۔ جو رات دراصل حسینی وفاداروں کے لئے تاریخ کی کسوٹی تھی۔ جس میں ہر ایک اپنی مودت و محبت حسینی کا ثبوت پیش کرنے کے لئے بے چین تھا۔ کوئی اسلحہ صاف کرتا تھا کوئی تلوار کے صیقل کرنے میں مصروف تھا۔ کسی کی خواہش تھی کہ کیسے رات کی سیاہی کو تلوار سے کاٹ کر ابدی حیات کا جامہ جلد پہن لوں۔

کس طرف مائیں اپنے بیٹوں کو اسلاف کی شجاعت و بہادری کے افسانے سُنا کر آمادۂ پیکار کر رہی تھیں اور کہہ رہی تھیں کہ دیکھنا بیٹا! کل میدان جنگ میں ڈر نہ جانا۔ خوب تلوار چلانا۔ شمر و عمر کو زندہ نہ چھوڑنا۔ شدت پیاس میں دریا کی طرف نہ جانا۔ یاد رکھنا کہ آقائے دو جہاں پیاسے ہیں۔ اور اس وقت تک خیمہ گاہ کا رُخ نہ کرنا جب تک کہ تمھاری فتح کا ڈنکا نہ بج جائے یا سر تن سے جدا نہ ہو جائے ورنہ روز حشر مجھے جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا سے خجل ہونا پڑے گا۔ جس کے ساتھ ساتھ تسبیح و تہلیل کی آوازیں بھی اس طرح بلند ہوتی تھیں جیسے شہد کی مکھیاں اپنے چھتے پر بولتی ہوئی ہوں۔

شمر خیمۂ حسینؑ علیہ السلام کے قریب آ کر کہنے لگا۔

شمر۔ کہاں ہیں عباسؑ و عثمان میرے بھانجے؟

جیسے سُنکر جناب عباسؑ نے جو سنجیال شب خون خیمۂ حسینؑ کی حفاظت میں تھے جواب دیا۔

جناب عباسؑ۔ کون ہے؟ کیا کام ہے؟

شمر۔ میں ہوں شمر ذی الجوشن ان کا ماموں۔ ذرا ان سے کہدو کہ تمھیں تمھارا ماموں شمر بُلا رہا ہے۔

جناب عباسؑ۔ تجھے ان سے کیا کام ہے؟

شمر۔ ایک ضروری کام ہے؟

جناب عباسؑ۔ کہہ تجھے کیا کہنا ہے؟

شمر۔ کیا تمھارا ہی نام عباسؑ ہے؟ اور تمھیں حسینؑ کے بھائی ہو؟

جناب عباسؑ۔ ہاں! میں ہی حسین علیہ السلام کا ادنیٰ غلام عباسؑ ہوں۔

شمر۔ سُنو! اب تک تو میرا خیال تھا کہ حسینؑ بیعت یزید پر رضامند ہو جائیں گے لیکن مجھے ابھی عمر ابن سعد سالار لشکر سے معلوم ہوا کہ حسینؑ ہرگز ہرگز بیعت یزید نہ کریں گے۔

جناب عباسؑ۔ تو پھر تجھے اس کی تشویش کیا ہے۔ شاہزادۂ کونین پروردۂ آغوش رسول الثقلینؐ۔ مختار خشک و تر ہے۔ امام ابن امام ہے۔ شریعت محمدی کا ذمہ دار ہے۔ ان الدین عند اللہ الاسلام کی حفاظت اس کا فرض ہے۔ وہ خدا اور رسولؐ کا پیارا ہے۔ اس کے کاموں میں کسے چون و چرا کا دخل ہے۔ ہم خادمان کو بجز ان کی کفش برداری کے کیا اختیار ہے جو تو اس اندھیری رات میں میرے پاس آیا ہے۔

شمر۔ نہیں میں اس لئے نہیں آیا ہوں کہ تمھاری سفارش سے انھیں بیعت یزید پر رضامند کروں۔

جناب عباسؑ۔ پھر آنے کا سبب؟

شمر۔ صرف یہ ہے کہ ایسی صورت میں کلیہ جنگ یقینی ہوگی اور یہ حسینی بہتر فرد ہیں کہاں تک بہتر ہزار کا مقابلہ کریں گے۔ مزید جب یزید کی کمک برابر آتی جاتی ہے تو آخر کار سب کے سب مارے جائیں گے۔ اور بڑا کشت و خون ہوگا۔

جناب عباسؑ۔ تو اگر تجھے کشت و خون کا ڈر ہے اور تو موت سے ڈرتا ہے تو اس وقت میدان کو چھوڑ دے۔ جو کچھ گزرنا ہوگی بہتر ہزار پر گزر جائے گی۔

شمر۔ نہیں مجھے اپنی جان کی فکر نہیں ہے بلکہ تمھاری عزیز جان کا خیال ہے جس کا لحاظ کرتے ہوئے میں نے چلتے وقت تمھاری امان کی سند یزید وابن زیاد سے حاصل کر لی ہے اور یہ بھی کر لیا ہے کہ اگر علمداری کی خواہش ہوگی تو وہ بھی مل جائے گی۔

جناب عباسؑ۔ (غصہ سے) تف ہے تیرے اس خیال پر اور لعنت ہو یزید کی ایسی امان پر کہ حسینؑ کے ایک ادنیٰ غلام کو تو امان ملے اور فرزند رسولؐ کو

امان نہ دی جائے۔ اپنی علمداری! سو علیؑ جیسے اشجع العرب کا بیٹا اور ام البنینؑ جیسی شجیع خاندان والی ماں کا پیارا فرزند ہو کر اس خوف سے اس علم کو چھوڑ دوں جو کفر و شرک کے فنا و برباد ہو کرنے کے لئے بلند ہوا۔ حق و اسلام کی ترویج کے لئے اونچا ہوا۔ جسے جناب جعفر طیارؑ نے اٹھایا جو بابا علی مرتضیٰؑ کی دوش پر رہا۔ جس کا پرچم مشرق سے مغرب تک لہرایا۔ جس کے سایہ کو آج بھی معرفت میں طوبیٰ کے سایہ سے کم نہیں سمجھتے اور یزید جیسے فاسق و فاجر و بیدین کی ظالم و سفاک فوج کا علم اٹھاؤں۔

اف! تو مجھے موت سے ڈرانے آیا ہے۔ نہیں جانتا کہ میں فاتح بدر و حنین و اُحد کا بیٹا ہوں۔ میرے باپ نے خیبر و خندق کے معرکے سر کئے ہیں۔ مرحب و عنتر کے سر اتارے ہیں۔ میرے نزدیک تیری و تیری اس ناپاک فوج کی کیا ہستی ہے۔ جا او ناپاک دور ہو اگر کلمہ آقا نے جنگ کی اجازت دیدی تو تجھے و تیری فوج کو دکھلا دوں گا کہ عباسؑ حسینؑ کا کیسا غلام ہے اور موت سے کون ڈرتا ہے نہیں کہ تو اور الاماں الاماں کی صدا کس طرف سے بلند ہوتی ہے۔ بہتر کی طرف سے یا بہتر ہزار کی طرف سے۔ بس جا تجھے اپنا دین و ایمان یزید بدنہاد کے ہاتھ فروخت کرنا مبارک ہو۔

شمر یہ کہتا ہوا کہ تم جوشِ جوانی میں میری باتوں کا سمجھا نہیں کرتے چلا گیا اور ادھر جناب امام حسین علیہ السلام نے جناب عباسؑ کو بلا کر پوچھنا شروع کیا۔

حسینؑ۔ کیوں بھیا! جب شمر تمھیں لینے آیا تھا تو تم چلے کیوں نہ گئے۔

جناب عباسؑ کی آنکھوں میں آنسو بھر آیا اور کہنے لگے:۔

"آقا! آپ کو چھوڑ کر غلام ایک شراب خوار۔ دشمنِ اسلام کی اطاعت قبول کر لیتا۔ یہ کیسے ہو سکتا تھا۔ کیا بابا نے مرتے وقت میرا ہاتھ آپ کے ہاتھ میں اسی لئے دیا تھا (رونے لگتے ہیں)

حسینؑ۔ بھیا! میں نے یہ اس لئے کہا کہ تمھارے وہاں چلے جانے سے حسینؑ کو اطمینان ہو جاتا کہ اب بہن زینبؑ کے سر سے ردا نہ چھینے گی۔ رسولؐ زادیاں اسیر نہ ہوں گی۔ تمھاری پیاری سکینہ شمر کے طمانچوں سے بچ جائے گی۔ اس کے کان زخمی نہ ہوں گے۔ تمھارے علیل فرزند کے ہاتھ ہتھکڑیوں اور پیر بیڑیوں سے فگار نہ ہوں گے۔ گلے میں خاردار طوق نہ ڈالا جائے گا۔ اس کی نحیف و زار پشت شمر کے خاردار دروں سے زخمی نہ ہوگی جسے سنکر سب حاضرین رونے لگے اور ایک ایسا جوش و ولولہ پیدا ہوا کہ سب نے تلواروں کے نیام توڑ کر زمین پر پھینکدیئے اور سب کو بہشت کے دروازے کھلے دکھائی دینے لگے۔

افریقہ کے عزاخانے

(از جناب سید اشفاق حسین صاحب بیکس امروہوی)

یوں تو سلسلۂ عزاداری تقریباً دنیا کے ہر حصے میں پائی جاتی ہے لیکن مجھے تو ان وحشی اور اُجاڑ مقامات پر پیغام حسینی کی نشر و اشاعت کو دیکھکر تعجب ہوتا ہے جہاں پر مذہب و مذہبیات سے دنیا کو نفرت ہے اسی میں ایک ماڈاگاسکر ہے یہ جزیرہ اپنی خصوصیات کے لحاظ سے ایک عجیب و غریب جزیرہ ہے .....

- - - - - - - - - - - - - - - -

- - - - - - - - - - - - - - - -

...... یہاں کی لامذہبیت کے ہوتے ہوئے اس جزیرے کے مختلف بندرگاہوں اور دیہات و قریوں میں عزاخانہ امام حسینؑ و اسی کے عقب میں ہر ہر جگہ ایک ایک مسجد ہے ایام عزا میں تمام شب و روز یہاں کے باشندے اپنے کاروبار بند کر کے انھیں عزاخانوں میں مقیم رہتے ہیں اور اعمال خیر مجالس و ماتم سے اس نئے قسم کی آبادی میں ایک نیا ریکارڈ قائم کر دیتے ہیں چنانچہ ماڈاگاسکر میں مسلمانوں کے دو ہی زمانے شمار کئے جاتے ہیں رمضان و عید۔ محرم و چہلم یہاں پر تمام جماعتوں کی جانب سے مرد و عورتوں کے لئے تمامی عشرہ ایک عظیم لنگرخانہ جاری رہتا ہے یہاں کی رسم کے مطابق مستورات سیاہ لباس کو خاص طور سے صرف ایام عزا ہی کے لئے مخصوص سمجھتی ہیں اور ہر گھر کے کچھ نہ کچھ افراد کا حصہ ہر وقت جماعت خانہ میں حاضر رہتا ہے ہر روز دن عزا کو تمام جماعت کی طرف سے کھانا وغیرہ کھلایا جاتا ہے بعض مقامات پر تعزیہ بھی نکلتا ہے اور بعض جگہ آپس کی خانہ جنگیوں سے متروک ہو چلا ہے بدقسمتی سے یہاں ایک ایسی جماعت بھی ہے جو ماڈرن ٹائپ کی ہر چیز دیکھنا چاہتی ہے بہت سی وہ چیزیں جو مختلف [illegible] سلسلۂ عزا کیلئے قائم کی تھی کلب گھر اور سیر و تفریح کے لئے بدل گئیں بہت سے گھرانوں میں فرنچ حکومت کی آزاد راہ روی کے مطابق بجائے حسینؑ و علیؑ و محمدؐ کے جارج وغیرہ [illegible] کے نام سے مطابقت کی جانے لگی غرضکہ اسی مذاق کے ماتحت چند لوگوں کا خیال [illegible] عزاداری یہاں کی وضع کے خلاف ہے لیکن اب بحمد اللہ مولانا سرور حسین صاحب قبلہ جو اپنی بست سالہ جد و جہد سے ان جرائم کے لئے سم قاتل ہوئے ہیں پہلی سی بیداری کا سبق بتا رہے ہیں اور اس کا نتیجہ ہے کہ وہ حضرات جو سلسلۂ وعظ میں اکثر منبر عزاخانے پر بیٹھنا اپنی توہین سمجھتے تھے برابر شریک عزا ہوتے ہیں۔ مولانا نے ہر عزاخانے میں مستقل فنڈ کے ساتھ ایک ایک تعلیمی درسگاہ کا سلسلہ بھی قائم کر دیا ہے اس کا سب سے بڑا اثر یہ ہے کہ ایک تو وہاں جیسا ادارہ کا قیام ہوتا ہے دوسرے ان لوگوں کی پست ذہنیت کے ساتھ علمی ادبی بیداری روح بھی پیدا ہوتی جاتی ہے بعض بعض مقامات پر ہر عزاخانے کے ساتھ دینی نائٹ اسکول بھی قائم ہو چکے ہیں۔ ایام عزا کی شان و شوکت میں سب سے بڑا اضافہ [illegible] یہ ہے کہ تمام اسلامی دوکانیں بند رہتی ہیں جو زیادہ تر خوجہ و بوہرہ کے ہاتھ میں ہیں اور اس طرح سے ہر بڑا و بچہ رسومات عزا میں پوری دلچسپی سے منہمک نظر آتا ہے۔ بقیہ [illegible]

قمر بنی ہاشم

(از رئیس الادبا حضرت ہدف اجتہادی)

حسینؑ کے اُس جوانمرد بھائی کا لقب ہے جو حسن میں بے مثال اور شجاعت میں بے نظیر تھا جس نے کربلا کے میدان میں اپنے سرفروشانہ خدمات سے معنی وفا کا معیار اتنا بلند کر دیا کہ آج تیرہ سو برس کے بعد بھی وفاداری کی مثال میں عباس سے بہتر کوئی نہیں ملتا۔ یہی نہیں بلکہ اُس نے وفا کے ساتھ برادرانہ فرائض کا بھی ایسا معیار پیش کیا جو صرف عباس کیلئے مخصوص ہو گیا۔

عباسؑ نے حسینؑ کی ہر مشکل پر اسی طرح سینہ ٹیک دیا۔ جس طرح کی حسینؑ کو ضرورت پڑی حسینؑ کو بھائی کی مدد درکار ہوئی تو عباس موجود حسینؑ کو بیٹے کی ضرورت پڑی تو عباس موجود، حسینؑ کو دوست کا کام پڑا تو عباس حاضر حسینؑ کو غلام چاہئے ہوا تو عباسؑ حاضر۔ غرض ہر وہ مصیبت جو حسینؑ پر پڑی سب سے پہلے عباسؑ نے اپنے اوپر لی۔ عباسؑ کی مرتے دم تک یہ کوشش رہی کہ حسینؑ پر آنچ نہ آئے عباسؑ پر چاہے جو کچھ بن جائے۔

اسی لئے ضرورت تھی کہ حسینؑ کے ساتھ ساتھ عباسؑ کی بھی یادگار باقی رہے، قوم شیعہ نے اس ضرورت کو سمجھا اور محرم کی عزاداری میں حسینؑ کے تعزیہ اور حسینؑ کے تابوت میں عباسؑ کے علم کو یوں شامل کر دیا کہ ایک دوسرے کا لازم و ملزوم ہو گئے ؎

(فراخو) مرکے بھی بازوئے شہ ہمراہ بھائی کے رہا
ساتھ ہے تابوت کے اب تک علم عباسؑ کا

دُنیا جب اور آگے بڑھی اور شہدائے محرم کی یادگار نے دنیائے صحافت میں بھی پھیلنا شروع کیا تو فضل صاحب نے محسوس کیا کہ بہت سے اخبار محرم نمبر نکالتے ہیں ان کا اخبار بھی محرم نمبر تو ہو مگر کسی جدت کے ساتھ اس لئے انھوں نے اپنے اخبار "نظارہ" کا ابوالفضل العباس نمبر نکالنا شروع کیا تاکہ دنیا کو یہ محسوس ہو جائے کہ جان نثاران حسینؑ میں ایسی ایسی ہستیاں تھیں جو بجائے خود ایک ممتاز درجہ رکھتی تھیں اور ان سب میں عباسؑ کا مرتبہ سب سے بلند تھا ؎

فتح ظاہر کو مٹایا یہ تھا دم عباسؑ کا
فتح باطن پر جما ایسا قدم عباسؑ کا
قاتلِ آل پیمبر کا نشاں باقی نہیں
کربلا پر نصب ہے اب تک علم عباسؑ کا (ہدف)

شاید یہی احساس مرزا فدا علی صاحب خنجر لکھنوی کو بھی ہوا ہو جس کی بناء پر انھوں نے اپنی تالیف "شہدا" میں عباسؑ کے مضبوط ترین کیرکٹر کو نمایاں کرنے کی ضرورت سمجھی ہو۔

"شہدا" نام ہے ایک چھوٹی سی کتاب کا جس میں خنجر صاحب کے چودہ افسانے رہبر اعظم امام حسینؑ کی زندگی کے متعلق شائع کئے گئے ہیں۔ یہ افسانے امام سے طلب بیعت کے واقعہ سے شروع ہو کے شہادت امام پر ختم ہوتے ہیں۔ ہر افسانہ میں بنی ہاشم کی کسی نہ کسی فرد اعلیٰ کا کیرکٹر پیش کیا ہے ان میں سے تین افسانے حضرت عباسؑ کے بلند کیرکٹر کو نمایاں کرتے ہیں، انھیں میں سے ایک کا عنوان "قمر بنی ہاشم" بھی ہے۔

ان افسانوں کی خوبیوں کو میں جہاں تک بیان کروں کم ہے کیونکہ یہ ایسے کہنہ مشق ادیب شہیر کے قلم سے نکلے ہیں جو اس وقت اُردو ادب میں اپنی نظیر نہیں رکھتا بلکہ اگر اس خاموش و مسلسل خدمت ادب کرنے والے کی کثرت تصانیف پر نظر ڈالی جائے تو یہ کہنا بجا ہوگا کہ مرزا خنجر اُردو کے تمام ادبا ماضی و حال میں ممتاز رہے۔

ان کے دو سو سے زائد ناول اور اتنے ہی افسانے، پچاس سے زائد مضامین اور (۱) ان پڑھ شعرا (۲) لطائف الشعرا (۳) بہار جاوید (۴) حکایات عجم (۵) رباعیات انیس (۶) رباعیات رشید (۷) حرم خانہ (۸) مثنوی انجام عشق (۹) مختصر دیوان خنجر ایسی ادبی کتابیں اور تذکرے ملک میں شائع ہیں۔ ان کے علاوہ یہ کتاب "شہدا" ہے جو ۱۹۴۰ء میں شائع ہوئی اور اپنی دو خصوصیتوں کے لحاظ سے دُنیائے علم و ادب میں ممتاز درجہ رکھتی ہے۔

پہلی خصوصیت تو یہ ہے کہ اسکے سب افسانے واقعات کربلا کی ایک مختصر تاریخ ہیں جنکی تحریر میں اتنی ہی ادبیت صرف کی گئی جتنی کہ ایک تاریخ قبول کر سکتی ہے اسی کے ساتھ یہ فخر بھی خنجر صاحب کو حاصل ہوتا ہے کہ جس طرح مولانا شرر لکھنوی نے اُردو ناولوں کو سب سے پہلے تاریخی جامہ پہنایا اسی طرح سے مرزا خنجر لکھنوی نے اُردو افسانوں کو سب سے پہلے تاریخی خلعت عنایت کیا۔

دوسری خصوصیت یہ ہے کہ ان افسانوں میں خنجر صاحب نے زیب داستاں کے لئے کچھ بڑھانے کی کوشش نہیں کی ہے بلکہ ان کی تمام تر سعی اپنے بیان کو تاریخی واقعات کے مطابق رکھنے کی کی ہے یہاں تک کہ اگر کہیں پر کچھ مکالمہ لکھنے کی ضرورت پڑی ہے تو اسی میں اتنی لفظوں پر اکتفا کی ہے جتنی تاریخ سے دستیاب ہوئی ہیں۔

افسانہ نگاری کے اس بلند جادہ پر جہاں تک نظر کام کرتی ہے اکیلے خنجر ہی خنجر گامزن دکھائی دیتے ہیں۔ اور یہ ان کی کہنہ مشقی کے دم قدم کی قوت ہے جو ایسے ناگوار جادہ کو طے کر رہے ہیں جس میں قدم قدم پر ڈگمگا جانے کا خطرہ ہو۔

ہم کو صرف ایک شخص اور نظر آتا ہے جو انھیں کی طرح سال خوردہ، اسی جادہ کے برابر اسی منزل پر جاتے دکھائی دیتا ہے جس پر یہ پہونچنا چاہتے ہیں۔

اور وہ بیباک ماہلی ہیں لیکن خنجر صاحب اور بیباک صاحب کے راستوں میں اتنا فرق ہے کہ خنجر لکھنوی افسانہ کربلا لکھتے ہیں اور بیباک ماہلی کربلا والوں کا مکالمہ لکھتے ہیں جو ڈرامہ کا ایک جزو اہم ہے خنجر صاحب واقعات کربلا کو افسانہ کے رنگ میں پیش کرتے ہیں جسمیں گفتگو صرف وہی ہوتی ہے جو تاریخ بتائے اور بیباک صاحب اُن واقعات کو بیان کرتے ہیں جنمیں مکالمہ ہی مکالمہ ہو اور اس مکالمہ میں اقتضا، حال و مناسب محل گفتگو شامل کر کے اثر پیدا کر دیتے ہیں ان کو نہ تو افسانہ سے غرض ہوتی ہے اور نہ یہ افسانہ لکھنا چاہتے ہیں۔ لیکن خنجر صاحب کا مطمح نظر صرف افسانہ ہوتا ہے اس لئے وہ شروع سے آخر تک رنگ افسانہ کو باقی رکھتے ہیں، اس لحاظ سے میں کہہ سکتا ہوں کہ اس مجموعہ کا ہر افسانہ کامیاب ہے اور یہ کتاب "شہدا" ہر مذہب و ملت کے اُن افراد کیلئے مفید و دلچسپ ہے جو ادب و تاریخ سے ذوق رکھتے ہیں۔

قابل صد تحسین ہیں محمد کاظم صاحب آزاد جنھوں نے ایسی بہترین کتاب شائع کر کے علم و ادب کی بہت بڑی خدمت انجام دی صاحبان ذوق میں جس کو ضرورت ہو وہ "صادق بک ایجنسی" چوک لکھنؤ سے ۱۰ ؍ میں منگا سکتے ہیں۔

نوائے غم

(از نتیجہ فکر جناب سید علی مقدس صاحب مقدس اکبرآبادی ایم۔اے۔بی ٹی (علیگ)
پریسیڈنٹ انجمن مہدویہ شاہ گنج آگرہ)

اصغرؑ جو تیر کھائے گا اور مسکرائے گا
اُمت کا بخت سویا ہوا جاگ جائے گا

شبیرؑ بحرِ خون میں جب ڈوب جائے گا
کشتی بھنور سے دینِ خدا کی بچائے گا

باقی بچا نبیؐ سے شہادت کا مرحلہ
تکمیل اس کی سبطِ نبیؐ کرکے جائے گا

دے گا طرح طرح سبق مضطرب امام
پیغام حریت کا جہاں کو سنائے گا

شبیرؑ جان ڈالے گا جاں دے کے دین میں
سوئے گا خود تو سوئے ہوؤں کو جگائے گا

ذرات عکسِ رخ سے چمک جائیں گے تمام
ہمشکلِ مصطفےؐ جوں ہی میداں میں آئے گا

سوئے گا گھاٹ چھین کے سقاؑ فرات پر
عباسؑ سے جہانِ وفا جگمگائے گا

تکمیل ہوگی دینِ محمدؐ کی اس طرح
نیزے پہ سر حسینؑ کا معراج پائے گا

دنیا چھپائے سخت ہے قدرت کا انتقام
خونِ شہید بن کے شفق رنگ لائے گا

سجدے میں سر کٹے گا مقدس امام کا
کانپے گی یہ زمیں فلک تھرتھرائے گا

پتھروں سے خون کے چشمے اُبلتے ہی رہے

(از جناب تکمیل صاحب حضرت [illegible] بنکوی)

پیاس کی شدت سے دل پیاسوں کے [illegible] ہی رہے
گرم آنسو سرد آہوں سے [illegible] ہی رہے

کیا مدد بھائی کی کرتیں زینبؑ [illegible]
سامنے آنکھوں [illegible] ہی رہے

حرملہ کے تیر سے [illegible]
اصغرؑ [illegible] ہی رہے

قتل کیا [illegible]
سوئے مقتل کرتے پڑتے [illegible] ہی رہے

بھائی کے سینے سے سید [illegible]
لاشِ اکبرؑ کو اُٹھانے شاہ [illegible] ہی رہے

نے فلک راضی نہ راضی تھی [illegible] کربلا
خونِ اصغرؑ شاہ [illegible] ہی رہے

آب و دانہ شاہ کے بچوں پہ [illegible] طرح بند
لوریوں ہی سے فقط [illegible] ہی رہے

کس طرح کرتے مدد مجبور و بیکس [illegible]
ہاتھ عابدؑ [illegible] ہی رہے

تیغ کیں سے کٹ گیا سو کھا [illegible]
پتھروں سے خون [illegible] ہی رہے

بیکسوں کا لٹ [illegible] کون [illegible]
خیمہ ہائے شاہ [illegible] جلتے ہی رہے

کرلی نیت [illegible] شبیرؑ [illegible]
اُس طرف ناوک [illegible] چلتے ہی رہے

ماتمِ شہ میں کمی [illegible] اب تک [illegible]
جوشِ غم میں آنکھ سے آنسو اُبلتے ہی رہے

قرآن مجید

نوشتۂ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام

مقلم جناب شیخ ممتاز حسین صاحب جونپوری
مصنف خط ساغر، فرہنگ خطاطی تاریخ خوشنویسی وغیرہ

اس اخبار میں اُس قرآن شریف کے ایک صفحہ کا عکس تحریر ہے جو امام جعفر صادق علیہ السلام کے دست مبارک کا نوشتہ ہے، یہ قرآن شریف اسوقت ہمارے شفیق مرزا محمد جواد صاحب مالک نظامی پریس کے قبضہ میں ہے، یہ قیمتی اور انمول جواہر پارہ یعنی قرآن کبھی بادشاہوں کے خزانہ میں تھا اور اسپر شاہی مہر ثبت ہے جس کا عکس اس اخبار میں دیدیا گیا ہے اور کئی مستند تحریریں اس کی تصدیق میں ہیں جیسا کہ ان صفحات پر ان کے عکس سے ثابت ہوگا۔

اب ایک جوہری کے ہاتھ میں ہے مرزا محمد جواد صاحب خود اقسام نسخ و نستعلیق دفتر خطاطی کے ماہر ہیں اور اسی وجہ سے میں نے ان کو جوہری کہا ہے اس قرآن کا عہد سابق میں بادشاہ کے پاس ہونا اور اب ایک جوہری کے ہاتھ میں دست بدست آجانا مصداق اسکے ہے۔

قدر گوہر شاہ داند یا بداند جوہری

مرزا صاحب موصوف سے مجھ سے بیس پچیس سال سے مراسم ہیں اور وہ اس بات سے واقف ہیں کہ میں نے کسی زمانہ میں فن خطاطی کے مختلف اقسام کو کاملین سے سیکھا تھا اور اس فن کی تاریخ سے مجھے دلچسپی اور کچھ تھوڑی بہت واقفیت ہے، انھوں نے اس قرآن کے عکس کا ایک صفحہ اہل دنیا کی زیارت کے لئے پیش کیا تو مجھ سے فرمائش کی کہ میں اسکے متعلق اپنی رائے کا بھی اظہار کروں۔

اعتقادی امور کو چھوڑ کر تنقیدی حیثیت سے نظر کرکے کچھ لکھنا اس زمانہ میں جب کہ خط کوفی لکھنے پڑھنے کا رواج نہیں اور اس خط کی تمام کتابت معدوم ہو چکی اور اس کے جاننے والے بھی دنیا سے اُٹھ گئے، اگر نا ممکن نہیں تو ضرور یہ بھی فرمائش ہے کہ میں اپنے متعلق کچھ لکھ دوں تاکہ اس مضمون کی اہمیت بڑھ جائے۔

میری عمر کا اسیواں سال ہے حافظہ نے جواب دیا جو کچھ فن خطاطی کے متعلق سیکھا تھا وہ بھول گیا۔ ہاں اتنا یاد ہے کہ کبھی بغیر عینک کے چاول پر قل ہو اللہ کے سورہ لکھتا تھا یا آج عینک لگانے پر چاول پر لکھے ہوئے نقوش اچھی طرح نظر نہیں آتے، چالیس پینتالیس سال تک مدتوں حاصل کرکے مشق کی، زمانہ سابق میں خط کوفی کی تاریخ اور اسکے کچھ نکات جاننے والوں سے بھی حاصل کئے ہندوستان کے اکثر گوشہ کی خاک چھانی، عراق و ایران و ممالک اسلامی جہاں قدیم خطوط کے جاننے والے پائے گئے ان کو ڈھونڈھ نکالے اور کچھ حاصل کیا۔

ہندوستان کا وہ آخری دور جب عہد شاہی کے کہ خوشنویسوں کا چراغ حیات جھلملا رہا تھا، اس کی روشنی وہاں سے دیکھی گئی ہزاروں کتبے اور قرآن عربیہ ایران ہند اور دیگر اہل ولایت کے لکھے ہوئے نظر سے گزرے لیکن جتنا سیکھتا اور دیکھتا گیا یہ معلوم ہوتا گیا کہ کمال فن سے بہت دور رہوں۔

ایسی حالت میں جب نہ پاس کوئی کتاب نہ حافظہ نہ فن کا کمال خط کوفی کے قرآن پر اور وہ بھی ایسا کتبہ جس کو امام کا نوشتہ کہا جاتا ہے قابل اطمینان طور پر کچھ لکھنا میرے لئے کیا اسوقت دنیا میں ہر ایک کے لئے مشکل کام ہے۔

یہ تحریر جس کا یہ عکس ہے اسکی اصل کو میں نے غور سے دیکھا ہے اس کی مختصر تعریف یہ ہے کہ یہ تحریر بجائے خود ایک معجزہ ہے، جو نسلاً بعد نسل دست بدست اس کے ساتھ صدیوں سے وابستہ ہیں اور قرآن کے ساتھ ساتھ منتقل ہوتے آئے ہیں ان کی صحت اور ان لوگوں کی ایمانداری میں شک کی کوئی دور کی بھی وجہ نہیں، پھر وہ تحریریں تاریخی معیار پر صحیح معلوم ہوتی ہیں اور میں نے اس تنگ وقت میں اپنی ذمہ داری کو محسوس کرکے کتب تواریخ و سیر سے جانچ کی تو سنہ ۲۰۰ ہجری میں جو توثیق و تصدیق محمد عیسیٰ الیقطینی نے خط کوفی میں تحریر کی ہے یہ بالکل صحیح معلوم ہوتی ہے، انکی عبارت کے الفاظ کا ترجمہ یہ ہے:-

"یہ قرآن سیدنا امام جعفر صادق علیہ السلام کے ہاتھ کا لکھا ہے"

عیسیٰ الیقطینی کے متعلق تاریخوں سے پتہ چلتا ہے کہ یہ حضرت امام رضا علیہ السلام کے عہد میں گزرے ہیں، امام رضا کا زمانہ سنہ ۱۸۳ھ سے سنہ ۲۰۳ھ تک ہے اس لئے کہ امام کی شہادت اسی سنہ میں بعہد مامون رشید واقع ہوئی، امام رضا کا زمانہ اوائل دوسری صدی ہجری کا دور ہے اور فن خطاطی کی تاریخ بتاتی ہے کہ خط کوفی اوائل قرن دوم ہجری تک مستعمل تھا۔ چونکہ خط کوفی کے لکھنے میں زیادہ مشکلات تھیں اس لئے یہ خط دوام کی صورت اختیار نہ کرسکا اور اسی زمانے کے قریب خط کوفی اور خط نبطی سے خط نسخ ایجاد ہوا جس کو آج کل عوام عربی خط کہتے ہیں۔

فن خطاطی اور Theory of Evolution (نظریہ ارتقا) کے ساتھ عیسیٰ الیقطینی کی تحریر کو ملاکر تاریخ کی کسوٹی پر کسنے سے پتہ چلتا ہے کہ ان کا وہ زمانہ تھا جب خط کوفی رخصت ہو چکا تھا یا کم کم رواج تھا اور عربی خط (نسخ) نے اس کی جگہ لے لی تھی، چنانچہ اس صفحہ پر جو اس وقت کی تحریر کا عکس ہے اور جس کی اصل کو میں نے بچشم خود دیکھا ہے وہ ایک حقیقی یہ ہے اور اس زمانے کا خط کوفی ہے جو عربی نسخ خط سے مشابہ ہے۔

عہد شاہی کی مہر اور توثیق کی عبارتیں جن کا عکس اس اخبار کے صفحات پر بھی ہے ان سے شہادت بہم پہنچتی ہے کہ یہ قرآن امام علیہ السلام کے ہاتھ کا لکھا ہے۔

مجھے جس قدر اس فن کے متعلق معلومات ہیں اور فن کے متعلق جب ایک خاص کیفیت یا دلی تعلق کہئے جسے بعض لوگ بصیرت کہتے ہیں حاصل ہو جاتی ہے تو اس کا اظہار لفظوں میں مشکل ہوتا ہے مگر وجدانی کیفیت دل سے متقاضی ہوتی ہے کہ وہ صحیح جذبات اور اثرات کو ظاہر کردے چنانچہ جیسا میں نے اوپر ظاہر کیا ہے کہ قرآن کی تحریر ایک معجزہ ہے حقیقتاً یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ یا تو ایسا بے مثل خط کوئی امام

لکھ سکتا ہے جس کو خدائی درگاہ سے خاص فن خطاطی کی تعلیم دی گئی ہو یا کوئی ایسا باکمال انسان لکھ سکتا ہے جس نے تمام عمر صرف اسی فن میں ختم کر دی ہو اور کوئی دوسرا کام نہ کیا ہو۔

میں نے اور دیگر کاملین فن کے لکھے ہوئے قرآن دیکھے ہیں اور اگر ایک جگہ یا ایک سرزمین پر ایک نقش دیکھا تو کہیں نہ کہیں کچھ اور نقوش اسی کے ایسے لکھے دیکھے یا اس سے ملتے جلتے نقوش دیکھے مگر اس قرآن کا ایسا یا اس سے ملتا جلتا بھی کہیں کسی کتب خانہ میں جہاں تک میں نے مختلف مقامات و ممالک میں گشت کر کے بشوق فن خطاطی تلاش کیا دوسرا نمونہ نظر نہیں آیا۔

اگر یہ قرآن امام جعفر صادق علیہ السلام کے ہاتھ کا لکھا ہے جیسا کہ اسناد و قرائن سے پتہ چلتا ہے تو بار بار مجھے کہنا پڑتا ہے کہ یہ فن خطاطی کا عدیم المثال نمونہ نہیں بلکہ معجزہ ہے۔ اور جس طرح امام محمد باقر علیہ السلام کے حالات میں کتاب آثر متبر باقریہ مطبوعہ مقبول پریس دہلی ۱۹۲۵ء صفحہ ۱۴۷ بحوالہ قول امام جعفر صادق علیہ السلام ہشام کے زمانہ میں امام محمد باقر علیہ السلام کے تیر اندازی کا حیرت انگیز اور معجز خیز واقعہ منقول ہے اور امام کا قول ہے کہ:۔

"ہم اہلبیت کو علم و کمال ورثہ میں حاصل ہوتا ہے اور بغیر خاص تعلیم کے خزانۂ الٰہی سے یہ نعمت عطا ہوتی ہے" جس کو دوسرے لفظوں میں علم لدنی کہا جاتا ہے اسی طرح یہ قرآن امام جعفر صادق ؑ کے آیات کمال کا ایک نمونہ ہے جو آج بھی فن خطاطی کے ایک معجزہ کی حیثیت سے قابل زیارت ہے۔

امام کا یہ فرمانا کہ ہم اہلبیت کو علم و کمال ورثہ میں ملتا ہے اس کی تصدیق علاوہ اعتقادی مسئلہ کی حیثیت کے تاریخی حیثیت سے بھی دنیا کی کسی قوم کا انسان چاہے تاریخ فن خطاطی کی جانچ کر کے دیکھے تو یہ پتا چلتا ہے کہ عہد رسول میں وہ امام اول حضرت علی علیہ السلام جن سے نسل امامت کی ابتدا ہوئی عہد رسول کے بہترین خطاط تھے اور اسی خط کوفی کے ایسے لکھنے والے تھے کہ تاریخ کے اوراق بتاتے ہیں کہ اس عہد میں اکمل و کمل تھے۔

رسول بادشاہ دین و دنیا تھے اکثر دیگر مقامات کے شاہان و سرداروں اولو العزم سے خط و کتابت جو عہد رسول میں ہوتی تھی اس کے کاتب حضرت علی ہوتے تھے۔ پرانے زمانے کی فرماں نگاری اور خطوط نویسی کا یہ دستور تھا کہ بہترین خطاط فرمان نویس ہوتا تھا۔ یہ رواج عرب عجم سے لے کر ہندوستان کے اسلامی سلاطین خاندان مغلیہ تک قائم تھا اس کے خلاف کوئی مثال اور کوئی کتبہ آج دنیا میں نہیں ملتا جو یہ ظاہر کرے کہ بہترین خطاط کو چھوڑ کر دوسرے منشیوں سے کسی اسلامی بادشاہ نے کتبے لکھوائے ہوں۔ خط نستعلیق، خط نسخ، خط کوفی، خط شکستہ، خط تسفیعہ میں جتنے فرامین آج دنیا کے جس حصے میں ملتے ہیں ان سے اس کی تصدیق ہوتی ہے۔

اگر عہد رسول میں حضرت علی سے بہتر کوئی خطاط ہوتا تو شاید یہ منصب فرمان نویسی اس کے نصیب میں ہوتا۔ چند سال ہوئے ایک فرمان رسول جو کسی نے عکس لے کر شائع کیا تھا وہ حضرت علی ؑ ہی کے ہاتھ کا لکھا تھا۔ حضرت علی ؑ کی اعلیٰ خطاطی مسلم ہے جو نمونہ خط بمصداق اس کے ہے۔

آفتاب آمد دلیل آفتاب

اس روشنی میں امام محمد باقر علیہ السلام کے قول مذکورہ بالا کی تصدیق آج بھی ہو رہی ہے۔ ائمہ معصومین کے کتبے جہاں کہیں بھی ملیں گے ان کی اعلیٰ خطاطی کا نمونہ بن کر چمکتے نظر آئیں گے۔

تھوڑا سا اس قرآن کی تحریر پر عام تاریخی اور فن خطاطی کی تاریخ کی حیثیت سے نظر کرنے سے بھی توثیقات مذکورہ کی تائید ہوتی ہے۔

بین النہرین میں [illegible] شہر تھا جسے سکندر اعظم نے آباد کیا تھا اس کا [illegible] پڑا [illegible] کوفہ [illegible] ماہرین فن خطاطی و [illegible] نے سابق زمانے کے خط سریانی سے ایک خط ایجاد کیا جس کا نام کوفہ کی مناسبت سے خط کوفی پڑا۔ سب سے پہلے جزیرۂ عرب میں خط کوفی کو حرب ابن امیہ بن عبدشمس نے رائج کیا۔ عہد رسول میں خط کوفی ہی سرزمین عرب میں رائج تھا اور حضرت امام رضا علیہ السلام کے عہد تک نسلاً بعد نسل خاندان اہلبیت میں ہر امام خط کوفی کے خطاط تھے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی ولادت ۸۳ھ میں اور وفات ۱۴۸ھ میں ہوئی

قرن اول کے خط کوفی کی تحریریں جو دنیا میں ملتی ہیں وہ سب کی سب بدون اعراب و اہتمام ہیں اور یہ دور خلفائے راشدین کے عہد تک ختم ہوتا ہے کیونکہ ابوالاسود الدؤلی کو حضرت علی نے تعلیم دی اور اس نے نقطہ کو برائے اعراب و حرکات ایجاد کیا۔ اس سند کی بنا پر اس قرآن کی تحریر حضرت علی علیہ السلام کے زمانہ سے پہلے کی تحریر نہیں ہو سکتی۔

مصر کے کتب خانہ میں قرن دوم کا جو خط کوفی ہے اس میں جا بجا نقاط ملتے ہیں اور یہی حال قرن سوم کے خط کوفی کا ہے۔ قرن چہارم کے خط کوفی کی صورت کچھ بدل گئی جس کو بعض بعض لوگ جدید خط کوفی کے نام سے موسوم کرتے ہیں اور غزنی میں محمود غزنوی کے مزار پر ۴۲۱ھ کے کتبے سے اس کی شان کا پتہ چلتا ہے۔ زیر بحث قرآن کی تحریر قرن اول اور قرن چہارم کی نہیں معلوم ہوتی۔

امام جعفر صادق علیہ السلام کا زمانہ ۱۱۴-۱۴۸ھ کا ہے امام رضا علیہ السلام کا زمانہ ۱۵۳-۲۰۳ھ کا ہے عیسی ایقطینی کی توثیق اور وہ خود امام رضا علیہ السلام کے زمانہ کے قریب یعنی ایک سال بعد وفات امام رضا علیہ السلام تک ہے۔

حضرت امام رضا علیہ السلام کا زمانہ ۱۵۳ھ سے شروع ہوتا ہے جو نصف دوسری صدی ہجری کا زمانہ ہے اور خط کوفی کا رواج اوائل دوسری صدی سے کم ہوتا گیا۔

قرآن زیر نظر کی تحریر قرن اول کے آخر سے قرن دوم کے اوائل تک کے زمانہ کی تحریر ہو سکتی ہے اور تقریباً یہی زمانہ امام جعفر صادق علیہ السلام کا زمانہ ہوتا ہے اس لئے تمام قرائن سے یہ بات پایۂ تحقیق کو پہنچتی ہے کہ توثیق تاریخی اور فنی دونوں حیثیت سے یہی صحیح ہے کہ یہ قرآن امام جعفر صادق علیہ السلام کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔

مصر کا کتب خانہ یا موزہ خانہ [illegible] جیسا کتب خانہ یا اچھا کتب خانہ ہوتا تو [illegible] تحقیقی مضمون لکھا جا سکتا تھا [illegible] تحقیقات کے مضمون اور تحقیقات [illegible] کوئی صاحب تحقیقات [illegible] پر اس پر یا اس مضمون پر تنقید [illegible] ایک علمی کارنامہ ہوگا۔

یادگار حسینیؑ

تیرہ سو برس پورے ہونے پر

(از رئیس الادبا مولانا ہدف جہادی)

جو کام ہر صدی ۱۱۶۱ھ آنے پر انجام پانا چاہیئے تھا وہ پورے تیرہ سو برس گزرنے پر انجام پاتے دکھائی دے رہا ہے۔ ایک ایسی ہستی کی بدولت جس کا آبائی فریضہ خدمت دین اور ترویج عزاداری چلا آرہا ہے۔

سید العلماء جناب مولانا سید علی نقی صاحب قبلہ نے دیکھا کہ امام حسینؑ کی شخصیت تو اسی قابل تھی کہ سو برس کے بعد ان کی ایک یادگار اس طرح منائی جاتی جو ابتلاء و آلام میں گزاریں ہیں ان کی وجہ سے ایسی صدسالہ یادگار حسینیؑ نہ قائم ہو سکی تو اب امن و عافیت کے زمانہ میں (جبکہ شیعہ قوم سابق حالات ناگفتہ بہ سے نکل چکی ہے) سیزدہ صدسالہ یادگار منا کے صدسالہ یادگار کا سنگ بنیاد کیوں نہ رکھدیا جائے۔

یہ خیال موصوف کے ذہن میں ۱۳۵۹ھ کے شروع ہوتے ہی پیدا ہوا اور اسی وقت سے اس کی تحریک شروع کر دی گئی۔ ملک کی اکثریت نے اس تحریک کی تائید کی اور بحث و تمحیص کے بعد یہ طے پایا کہ اس یادگار کو تین صورتوں میں منایا جائے:-

(۱) تحریری۔ جس کے لئے ایک ایسی کتاب لکھی جائے جو اپنی جامعیت کے لحاظ سے حسینؑ اور حسینیت سے واقفیت حاصل کرنے والے کی رہنمائے کامل ہو اور یہ کتاب دنیا کی تمام بڑی زبانوں میں شایع کی جائے۔

(۲) تقریری۔ جس کے لئے تمام ہندوستان میں بلحاظ تاریخ اس طرح جلسے کئے جائیں کہ اگر کوئی شخص سب جگہ شریک ہونا چاہے تو شریک ہو سکے۔ دوران جلسوں میں مختلف اقوام کے لیڈروں کی حسینؑ اور حسینیت پر تقریریں ہوں جو ریڈیو کے ذریعہ سے تمام دنیا کو سنائی جائیں۔

(۳) آثاری۔ جس کے لئے ایک "حسینی عجائب خانہ" تیار کیا جائے اور اس میں حسینؑ کے متعلق جس زبان کا جتنا لٹریچر اور نادر اشیاء مل سکیں سب کو محفوظ کر دیا جائے تاکہ حسینؑ و حسینیت کی ریسرچ (تحقیقات) کرنے والے کے لئے یہ مرکز کافی ہو۔

یہ تینوں صورتیں اتنی مفید و مکمل ہیں جن میں نہ کسی کمی بیشی کی ضرورت ہے اور نہ مزید گفتگو کی گنجائش۔ ہاں اگر کچھ کہا جا سکتا ہے تو وہ ان تجویزوں کے متعلقات میں سے صرف حسینی میوزیم کی عمارت کے لئے۔ میرے خیال میں (۳) عجائب خانہ کی عمارت بنانے سے یہ تجویز بہتر ہے کہ اس میوزیم کو آصفی امام باڑہ میں قائم کیا جائے کیونکہ یہ بجائے خود آثار حسینی میں عجائبات کا مرتبہ رکھتا ہے اور دور دور کے سیاح اس کو دیکھنے آتے ہیں جس کی وجہ سے وہ لوگ اس میوزیم کو بھی دیکھتے رہیں گے اور جب یہاں کے عجائبات کا مشاہدہ کریں گے تو جو چیز یا جو لٹریچر اچھا معلوم ہوگا اسے اپنے یہاں جا کے بیان بھی کریں گے جس سے تحقیق کرنے والوں کو شوق پیدا ہوگا' وہ یہاں ریسرچ کے لئے آئیں گے' ہر ایک شئی دیکھیں گے' لکھے پڑھیں گے' اس طرح حسینؑ و حسینیت کی تبلیغ و اشاعت بھی زیادہ ہوگی اور دوسرا فائدہ یہ بھی ہوگا کہ جو روپیہ میوزیم کی عمارت میں صرف ہوتا وہ اس کتاب کے کام آئے گا جو متعدد زبانوں میں شایع کی جانے کے سبب سے بہت بڑے سرمایہ میں سرانجام پا سکتی ہے۔

اس لئے ضرورت ہے کہ روپئے کو ان تمام کاموں کے لئے بچایا جائے جو کسی طرح بغیر روپئے کے نہیں ہو سکتے۔ اور زیادہ سے زیادہ چندہ حاصل کر کے سرمایہ کو بڑھایا جائے تاکہ مالی دشواریاں کسی وقت میں سد راہ نہ ہوں۔

ایک سال کی تھوڑی مدت میں ایک بڑے کام کو انجام بھی دینا ہے حسب ضرورت روپیہ بھی فراہم کرنا ہے جو بجائے خود ایک بہت بڑا کام ہے اور یہ اسی وقت انجام پا سکتا ہے جب قوم کے تمام چھوٹے بڑے افراد چندے کی فراہمی اسی قدر ضروری سمجھ لیں جس قدر کہ عزائے حسینؑ کو سمجھتے ہیں اس لئے مرکز اقدامات "یادگار حسینی" نے قوم کے سامنے جو تجویزیں رکھی ہیں ان پر قوم چاہے تو آجکل بھی عمل پیرا ہو سکتی ہے۔

(۱) عزاداری و امور خیر کے اوقاف سے (یادگار حسینی کو) امداد دینا۔

(۲) اگلی سال کی عزاداری میں ہر عزادار کا ایک روپیہ زائد (یادگار حسینی کے لئے) منظور کر لینا۔

(۳) واقعات کربلا کی اشاعت کرنیوالے اداروں کا ۵٪ (یادگار حسینی کیلئے) منظور کر لینا۔

(۴) واعظین و ذاکرین کا اپنی اس سال کی آمدنی سے ۵ فیصدی (یادگار حسینی کی) اعانت کرنا۔

یہ سب ایسی صورتیں ہیں جو آسانی کے ساتھ عمل میں لائی جا سکتی ہیں اور صاحبان دولت ثروت اپنے گرانقدر عطیوں سے بھی اس تحریک کو کافی تقویت پہونچا سکتے ہیں' اک ذرا توجہ کی ضرورت ہے۔

مجھے حسینؑ کے نام پر سب کچھ لٹا دینے والی قوم سے توقع ہے کہ وہ اس یادگار کی اہمیت کو سمجھتے ہوئے ایسی امداد کرے گی جس سے اس مقصد کی تکمیل ہو سکے۔

حضرت علیؑ کے دلمیں ایک جانباز فرزند کی تمنا تھی

حضرت عباسؑ کی ولادت کا راز

حضرت ابوالفضلؑ کا ہاتھ حضرت امام حسینؑ کے ہاتھ میں

جناب مولانا سید نجم الحسن صاحب قبلہ سندالافاضل دسرپرست ادارہ عالیہ شیعہ مشن پرگنہ کراری ضلع الہ آباد

یہ قانون فطرت ہے کہ ماں باپ اپنے بیٹے بیٹے کی محبت سے امداد کرتا ہے زندگی تو درکنار مرنے کے بعد کا بھی سامان کرتا ہے۔ حضرت علیؑ جو انسان کامل اور عارف کامل تھے وہ جانتے تھے حسینؑ جو اسلام کے مرادف ہی نہیں بلکہ اسلام کی جان اور اس کی بقا کا سبب اعظم ہیں [illegible] مسلمانوں کے تیغ ظلم سے اسلام پر نثار ہوں گے یعنی جب اسلام کی گردن پر [illegible] کی تیز ترین تلوار چل رہی ہوگی اسوقت حسینؑ اپنی اور اپنے سارے خاندان کی گردنوں کو پیش کرکے اسلام کی رگ جان کو بچا لیں گے" اور وہ ایسا نازک وقت ہوگا کہ نہ میں ہوں گا اور نہ حسنؑ ہونگے اور نہ خونخواروں کی تلواروں کے ڈر سے عام مسلمان اس کی ہمنوائی کرسکیں گے لہذا آپ نے دست تمنا بلند کرکے درگاہ قاضی الحاجات میں بزبان حال عرض فرمایا کہ میرے پالنے والے میرے حسینؑ کی مدد کے لئے مجھے ایک ایسا فرزند عطا کر جو اس ہولناک اور دل ہلا دینے والے موقعہ پر اس کی کامل مواسات کرے اور جب وہ اپنی گردن پیش کرے تو میرا یہ فرزند اپنی رگ حیات کو تلواروں کی دھار کے سامنے پیش کرکے اس کی جان بچانے میں اپنی جان نثار کردے۔

حضرت علیؑ علیہ السلام نے یہ سمجھ کر کہ اس موقعہ پر جس طرح کے فرزند کی ضرورت ہے وہ اسی عورت کے بطن سے پیدا ہوسکتا ہے جس کا سارا خاندان نہایت ہی شجاع اور بہادر ہو۔ کیونکہ اولاد میں خاندانی خون کا اثر ضرور ہوتا ہے، اگر خاندان بہادر ہوگا تو اولاد میں بہادری کے اثرات ہوں گے اور اگر خاندان بزدل ہوگا تو اس اولاد میں بزدلی کے آثار نمایاں ہوں گے لہذا حضرت علیؑ علیہ السلام نے اپنے بھائی عقیل سے جو انساب عرب سے بخوبی واقف تھے یہ فرمایا کہ بھائی

ذرا دیکھنا تو سہی اگر کوئی ایسی عورت مل جائے جو بہادر اور دلیر خاندان سے ہو تو مجھے بتانا تاکہ میں اس سے اپنا عقد صرف اسلئے کراؤں کہ کہ اس سے ایک نہایت ہی بہادر فرزند پیدا ہو اور وہ کربلا میں میرے فرزند حسینؑ کا معین بن سکے۔

حضرت علیؑ علیہ السلام کی اس فرمائش پر جناب عقیل ناظر ہے، ایک موقع سے کہا کہ اے علیؑ "ام البنین الکلابیہ" میری رائے ہے کہ آپ ام البنین کلابیہ سے عقد کریں" فانہ لیس

فی العرب اشجع من آبائها و لا افرس اسلئے کہ ان کے آبا و اجداد سے زیادہ کوئی شجاع عرب [illegible] کے میدان کا شہسوار ہے [illegible] لبید بقول جس ان کے آبا و اجداد [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] اے علیؑ [illegible] کے فضل و کرم کا قائل [illegible] ام البنین کے قبیلہ [illegible] تلواروں سے [illegible] جو [illegible] جناب عقیل نے کہا پھر حضرت علی علیہ السلام نے جناب ام البنین کے ساتھ عقد [illegible] امیرالمومنین" اور آپ نے ام البنین کے ساتھ عقد [illegible] ولادت [illegible] اولاد پیدا ہوئی ، [illegible] ولادت العباس [illegible] عباس علیہ السلام آپ کے بطن سے سب سے پہلے پیدا ہوئے [illegible]

[illegible]

طبع ایران [illegible]

شرح نہج البلاغہ [illegible] طبع ایران

عبارت مذکورہ [illegible] امام حسین علیہ السلام [illegible] حضرت عباسؑ [illegible] غرض صرف اتنی تھی [illegible] امام حسینؑ کی مدد [illegible]

حسینؑ کی [illegible] سے مدد کی جس کی نظیر [illegible]

دست حسینؑ ابن عباسؑ کا ہاتھ

یہ امر ناقابل انکار ہے کہ حضرت علیؑ عارف کامل تھے آپ کا عارف [illegible]

حکیم امت ہونا اس بات کو واضح کر رہا ہے کہ آپ سے جتنے امور عالم شہود میں آئیں گے حکمت سے خالی نہوں گے" اس حکیم نبض شناس نے اپنی شہادت کے موقع پر شب جمعہ

۲۱ رمضان ۴۰ھ کو حضرت امام حسینؑ علیہ السلام کے ہاتھ میں حضرت عباسؑ کا ہاتھ دیا

علامہ کنتوری مائتین کے صـ۴۴ پر لکھتے ہیں کہ ـ ان علیاً حین حضر وفاتہ فوض امر العباس الی الحسین ولم یفوض الی غیرہ جب حضرت علی علیہ السلام کا وقت انتقال قریب ہوا تو آپ نے تمام لوگوں کو حضرت امام حسنؑ کے سپرد فرمایا لیکن حضرت عباسؑ کو حضرت امام حسنؑ کے سپرد نہ فرمایا اور امام حسینؑ کے ہاتھ میں دیا اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت علیؑ نے کمال حکمت سے کام لیا ہے اسلئے کہ حضرت عباس کی تولّد ولادت کا مقصد ہی یہ تھا کہ رزمگاہ کربلا میں حسینؑ کی بے کسی میں مدد کریں اور یہ ظاہر ہے کہ ساتھ رہنے اور ساتھ اٹھنے بیٹھنے سے بھی مواسات کے جذبات کمال کی حد تک پہنچتے ہیں تو عباسؑ کا حسینؑ کی سپردگی میں دینا اس بات کو واضح کر رہا ہے کہ اس میں تکمیل مقصد میر المومنینؑ پورے طور پر ہوگی۔

اس نمبر کے بعد

دفتر نظارہ میں عشرہ محرم کی تعطیل ہو جائے گی

اس لحاظ سے ۱۴ر فروری ۱۹۴۱ء کا پرچہ شائع نہ ہوگا

مومنین انتظار نہ فرمائیں

خادم منیجر نظارہ

شہادتِ سعید

(از جناب مرزا فدا علی صاحب خنجر لکھنوی)

کربلا کا عظیم الشان واقعہ جس طرح حق و باطل کا فرق واضح کرتا ہے اُسی صورت سے ان جانبازوں کی بے نظیر وفاداری و خلوص پر بھی روشنی چھوڑتا ہے جو "محبت فی القربیٰ" کے بلند بانگ مطالبہ پر "لبیک" کی اطاعت کوش صدا بلند کرتے ہوئے سبطِ رسول اللہ کے قریب جمع ہو گئے جنھوں نے یزیدی خوف اور زیادی مواثقات کو بے حقیقت سمجھتے ہوئے پس پشت ڈال دیا اور انسانیت سوز مصائب میں صبر و تحمل کا محیر العقول مظاہرہ پیش کرتے ہوئے جان سی گراں مایہ چیز قربان کر دی۔

یہ قربانیاں دسویں محرم کی صبح کے ساتھ شروع ہو گئیں۔ اُدھر ابن سعد کی دوش سے کمان اتری، ترکش سے تیر نکل کر کمان کے چلّہ میں جڑا گیا چٹکی سے چھوٹ کر نبی زادے کی قدمبوسی کو حاضر ہوا کہ فداکاروں کی جاں نثاری کا جذبہ بیش از بیش ہو گیا۔ سرفروشوں کے ہاتھ بڑھ بڑھ کے عراقی تیغوں کے قبضہ پر جا پڑے۔ شیرانہ حیتونیں بدلیں اور جانبازوں کی پشت پر بے چین ہو گئے۔

یہ واقعہ ہے کہ تین شبانہ روز کی بھوک پیاس نے، جون کی سخت و صعب گرمی کے ساتھ آویزش کر کے انھیں بڑی حد تک مضمحل کر دیا تھا، ان کی صورتوں سے پژمردگی ہویدا تھی آنکھوں کا حلقوں میں اتر جانا، لبوں کی خشکی یا شکموں کا دھنسا ہوا ان کے ظاہری ضعف پر دلالت کرتا تھا لیکن روحانیت کے زور کا اندازہ کسی کو اسوقت تک نہ ہو سکا تھا جب تک اُن کے امام نے انھیں جہادِ فی سبیل اللہ کی اجازت نہ عطا کر دی۔

درحقیقت یہ اِنے گنے جواں مردوں کا عجیب ترین کارنامہ تھا کہ تیس ہزار سے دو لاکھ تک کوفیوں کی کثیر جماعت آب و غذا سے آسودہ ہونیکے باوجود بھیڑ بکری کے مانند بھاگتی پھرتی تھی! آج ان پر زندگی کا وقفہ تنگ ہو چکا تھا اور میدان کارزار سے جان لے جانے کی کوئی امید باقی نہ تھی!

وہ کبھی انفرادی جنگ کا حوصلہ لیکر صف سے نکلتے تھے لیکن شجاعت کا فریب بہت جلد کیفر کردار کو پہنچا دیتا تھا۔ جب موت کا خوفناک شکنجہ انھیں اپنے علقہ میں کستے محسوس ہوتا تھا تو پھر مغلوبہ لڑائی پر اتر آتے تھے۔ یکہ و تنہا پر چاروں طرف سے چڑھائی ہوتی تھی، تیروں کا مینھ برستا تھا، کنکریوں پتھروں کی بارش کی جاتی تھی اور ہر ممکن طریقہ سے دلیر کو ہلاک کرنیکی سعی ہوتی تھی۔

حسینیوں کی مختصر جماعت کو دنیا کی معلق چاہ نہ تھی جو ظاہری طور پر فتح و ظفر کی خواستگاری کرتے۔ وہ تو جانیں نثار کر کے صرف حق کا بول بالا کرنے کو کربلا میں جمع ہو گئے تھے۔ انھیں معلوم تھا کہ محمدی دین کا احیا و بقا اُسی وقت ممکن ہے جب وہ یزیدیوں کی جفاجوئی کا شکار بن کر تلواروں کی باڑھ پر گلے رکھ دیں، اپنے خون اور گوشت کو لوہے کی خوراک بنا دینے کے بعد ہی سرمدی کامیابی نصیب ہو سکتی ہے۔ یہی اسباب تھے کہ ان میں کی ایک ایک ذرہ شہادت کا بے پایاں جذبہ لئے ہوئے قتل گاہ میں قدم رکھتی تھی۔ ایک سامنے آیا تو ایک سے جنگ کی اور سیکڑوں نے اجتماعی حملہ کیا تو سیکڑوں کے مقابلہ پر ڈٹ گئے اور اُس گھڑی تک پاؤں پیچھے نہ سرکایا جب تک خدا کی حضور میں سر کا ہدیہ پیش نہ کر لیا۔

آخر یہ جہاد ہی کا شوق تھا کہ مجاہدین نے بارش کی بوندیوں کی طرح برستے ہوئے تیروں کے سامنے اپنے سینے پیش کر دیے۔ سامنے سے جو خدنگ آیا اُسے ڈھال پر روکنے کے بدلے بڑھ بڑھ کے دل پر لے لیا! بے جگری کا یہ عالم تھا کہ تمام بوڑھے، جوان، بچے مسکرا مسکرا کر زخم کھاتے تھے گویا یہ ایسی نعمت تھی جو آج سے قبل یا آج کے بعد کبھی حاصل ہونے والی نہ تھی!

دن چڑھ رہا تھا، لڑائی کی آگ روشن تھی۔ عمرو بن الحجاج نے میمنہ نے حسینی میسرہ سے ستر اشقیا کے سر لینے کے بعد بچا ہوا پیادوں کو تیر آلود پیکانوں کی بھینٹ چڑھوا دیا یہ صحیح ہے کہ ان خونریز حملوں میں ہزاروں کوفی و شامی مجاہدوں کے نیزہ و شمشیر کی خوراک بن گئے تھے لیکن سپاہ کی فراوانی نے اس نقصان کا احساس نہ ہونے دیا بلکہ امام کی طرف نصف سے زیادہ فوج کے کٹ جانے سے حوصلہ پہلے سے بڑھ گیا اور عمرو بن الحجاج کی تقلید کرتے ہوئے شمر نے اپنے میسرہ کے ساتھ داہنے بازو پر حملہ کر دیا!

اگرچہ شاہ کے سپاہ کے طرفداروں میں کچھ پیادے ہی باقی رہ گئے تھے لیکن انھوں نے فن کا جد وجہد سے بڑھتے ہوئے قدم روک دیے، شمر کی تمام تر کوشش اکارت گئی اور دیکھتے ہی دیکھتے میدان صاف ہو گیا۔

ظہر کی نماز کا اول وقت شروع ہو چکا تھا۔ آسمان سے آگ برس رہی تھی اور میدان میں خون مینھ برس رہا تھا، حریف چاہتا تھا کہ جلد سے جلد بقیۃ السیف مجاہدین کو بھی تہ تیغ کر کے خونریزی کا کام ختم کر دے اور مجاہدین کی تمنا تھی کہ اپنے امام کی اقتدا میں ظہر کا فریضہ ادا کر لیں تب رہائے جنت ہوں۔

یہ تمنا تھی [illegible] ابو ثمامہ صائدی کو حریفوں کے مقابلہ سے کھینچ کر امام کی خدمت میں کھینچ لائی۔ انھوں نے سوز [illegible] مولا! میں دیکھ رہا ہوں کہ [illegible] بالکل آپ کے نزدیک آ پہنچا ہے لیکن مجھے یقین ہے کہ میرے مولا کی موجودگی میں آپ کے دشمنوں پر کوئی آنچ نہ آنے پائے گی [illegible] تک میں زندہ [illegible] آپ پر نثار ہو جاؤں [illegible] چاہتا ہوں [illegible] نماز جس کا وقت آ ہی چکا ہے آپ کے ساتھ [illegible] خدا کی بارگاہ [illegible] حاضر ہو جاؤں [illegible]

ابو ثمامہ [illegible] ہو رہے تھے [illegible] انھوں نے سر اٹھا کر آسمان کی [illegible] فرمایا [illegible] خدا تم کو نماز گزاروں اور یاد کرنیوالوں میں محسوب فرمائے۔ بیشک یہ نماز کا اول وقت ہے [illegible]

حالت یہ تھی کہ جنگ شدت سے جاری تھی [illegible] کے باعث [illegible] حملے کرنے اور [illegible] میں [illegible] تھے۔ کوئی [illegible] باقی [illegible] چند نفوس کی [illegible] صرف ہو رہا ہو [illegible] شیر زنوں کی تلوار [illegible] کمان [illegible] نیزہ [illegible] خوراک [illegible] ہو کر سنسناتے ہوئے آ کے زخمی [illegible] کو [illegible]

اس صورت میں نماز ادا کرنا آسان نہ تھا لیکن حق کو [illegible] مظلوم [illegible] اس گھمسان میں نمازِ خوف ادا کرنے کا عزم فرماتے ہوئے [illegible] ادا کیا [illegible]

کمو اتنی دیر کے لئے لڑائی روک دیں کہ ہم لوگ نماز پڑھ لیں"

ایک سپاہی نے آگے بڑھ کر مخالفین امام کا پیام پہنچایا لیکن ان مسلم نما کافروں نے خدائی عبادت کے واسطے مہلت دینا منظور نہ کیا بلکہ شریروں نے طرح طرح کی دل آزار تذلیل کن باتیں شروع کردیں خصوصیت سے حصین بن تمیم نے صف سے باہر نکل کے طنزیہ لہجہ میں للکارا "حسین! تمھاری نماز مقبول نہیں ہے!!!"

یہ کلمے، نیزہ و تلوار کی طرح انصار کے قلوب پر لگے۔ حبیب ابن مظاہر کو غیظ آگیا۔ انھوں نے لب چباتے ہوئے جواب دیا "او ملعون! کیا بکتا ہے؟ تیری نماز تو مقبول ہو اور رسول کے فرزند کی نماز قبول ہونے کے قابل نہ ہو! (امام سے) مولا! اب دشمنوں کے طعنے سنے نہیں جاتے مجھے اجازت عطا ہو کہ ظہر کی نماز جنت میں آپکے نانا رسول اللہ کی خدمت میں پہنچ کر ادا کروں"

حبیب کے ترکی بہ ترکی جواب نے حصین کو غضبناک کردیا۔ وہ تلوار تولے ہوئے بڑھا اور ضعیف العمر مجاہد پر برس پڑا۔ تلوار فضا میں بلند ہو کے چمکی اور چشم زدن میں بجلی کی طرح حبیب پر گری۔ اگرچہ کہولت کا زمانہ تھا، اُن میں جوانی کا کس بل یا پھرتی موجود نہ تھی پھر بھی ایمانی جوش اور جذبہ نے شباب کی سی چستی و چالاکی پیدا کردی — انھوں نے اس کی چابکدستی سے وار خالی دیکر جوابی ضرب لگائی۔ حریف جنگی فنون سے واقفیت رکھتا تھا۔ اس نے اپنے آپکو تو کسی نہ کسی طرح بچا لیا مگر اس کی بیش تلوار نے پچھاڑ لیا گھوڑے کو محفوظ رکھ سکا۔ وہ سر پر چوٹ کھانے کے باعث علف ہوگیا۔ حصین نے سنبھلنے کی بہت کوشش کی لیکن ممکن نہ ہوا لڑھکتا ہوا زمین پر آ رہا۔

حبیب نے بڑھ کر موذی کا سر قلم کرنا چاہا موت کی بھیانک تصویر اس کی آنکھوں کے سامنے گھومنے لگی، خوف و ہراس نے مضطرب کردیا اور وہ چیخ چیخ کر اپنے ساتھیوں سے فریاد کرنے لگا۔ آواز فضا میں گونجی۔ دیکھتے ہی دیکھتے صدہا لعین بڑھے اور حصین کو اپنے حصار میں کر لیا۔

اشقیائے کوفہ و شام نے نبی زادے کو نماز کی مہلت نہیں دی! حبیب نے یادگار جنگ کرنے اور سیلڑوں بے دینوں کو جہنم میں پہنچانے کے بعد شہادت کا شربت نوش کرلیا۔ لڑائی نے کچھ اور شدت پکڑ لی مگر امام نماز پڑھنے کا ارادہ کرچکے تھے۔ انھوں نے زہیر بن قین اور سعید بن عبد اللہ حنفی کو حکم دیا "تم دونوں آگے بڑھو اور اس وقت تک حملہ آوروں تک حملہ وروں کو روکتے رہو جب تک میں ظہر کی نماز نہ ادا کرلوں"

بقیۃ السیف انصار دو جماعتوں میں منقسم ہو کر نصف امام کے عقب میں محو بے نیازی نماز ادا کرنے میں مشغول ہوئے اور نصف مجاہد جو انگلیوں کی پوروں سے بھی کم تھے لاکھوں کے مقابلے پر قدم گاڑ کے کھڑے ہوگئے۔

حریفوں کے لئے یہ سنہری موقعہ تھا۔ وہ ہجوم کرکر کے حملے کرنے لگے تیروں کی بارش میں اضافہ ہوگیا لیکن سید الشہدا پر جانیں نثار کر دینے والے کچھ اس قیامت کا عزم و ثبات رکھتے تھے کہ ان پر ان کوہ شکن حملوں کا مطلق اثر نہ ہوا۔ جب کوئی غول نمازیوں کو شہید کرنے کے ارادے سے بڑھا، وہ تلواریں تول تول کر جا پڑے اور ایسے عدیم المثال جوہر دکھائے کہ منافقین کو ناکام پسپا ہونا پڑا۔

خصوصیت سے زہیر بن قین اور سعید بن عبد اللہ کی فداکاری تھی۔ وہ گوشت پوست کے نہ لوہے کے انسان بن گئے تھے۔ انھیں نہ تو نیزے کی انیاں پیچھے ڈھکیل سکتی تھیں نہ تلواریں منھ پھرا پر قادر ہوسکتی تھیں پیکان تو اتنا خاطر پسند ہو رہے تھے کہ جب کوئی سنسناتا ہوا تیر سامنے سے آتا تھا سپر کر دیتے تھے۔

دشمن کی تمام جد و جہد اور ساری کوششیں ناکام ثابت ہوئیں ان کے حملوں میں جس جس قدر سختی آتی گئی مجاہدین کا اندرونی جوش و خروش بڑھتا ہی رہا سعید بن عبد اللہ امام کے سامنے سینہ سپر کے استادہ تھے۔ جب مدعیوں کا جتھا اُن کی طرف بڑھتا تھا تو وہ کمال بے جگری سے مقابلہ کرکے انھیں بھگا دیتے تھے تیروں کی بوچھار روکنے کو انھوں نے اپنے سینہ کو سپر بنا دیا تھا۔ ان کی دور رس نگاہیں پھنگی کی طرح چاروں طرف گھوم رہی تھیں جدھر سے کوئی خدنگ آتے نظر پڑتا تھا وہ جھپٹ کر اپنا سینہ پیش کردیتے تھے۔

اس کد و کاوش نے انھیں سر سے پاؤں تک غربال بنا دیا تھا۔ جیتے جیتے خون کی دھاریں تمام بندے سے جاری تھیں جسم بھر میں کوئی مقام ایسا نہ تھا جہاں سوفار پیوست نہ ہوگیا ہو اور جراحتوں کا لہو نہ بہہ رہا ہو۔ خون کے بے انتہا اخراج نے از حد کمزور کردیا تھا اور اب یہ حالت پہنچ چکی تھی کہ قدموں کو لغزش ہونے لگی تھی لیکن وہ روحانی طاقت سے کام لیکر اپنے آپ کو سنبھالے تھے۔

جتنے عرصہ تک نماز کا سلسلہ جاری رہا وہ امام کی حفاظت میں کوشش کرتے رہے موت آنکھوں کو بند کرنا چاہتی تھی اور وہ بجبر انھیں کھولے ہوئے تھے۔ یہاں تک کہ امام نے سلام پھیر کر نماز ختم کی۔ اب سعید کا فریضہ پورا ہوچکا تھا۔ اس لئے لڑکھڑا کر گرے اور کچھ اس طرح سید الشہداء کے روئے مبارک پر نگاہ کی گویا وہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ ان کی جان سپارانہ خدمت مقبول ہوئی یا نہیں؟

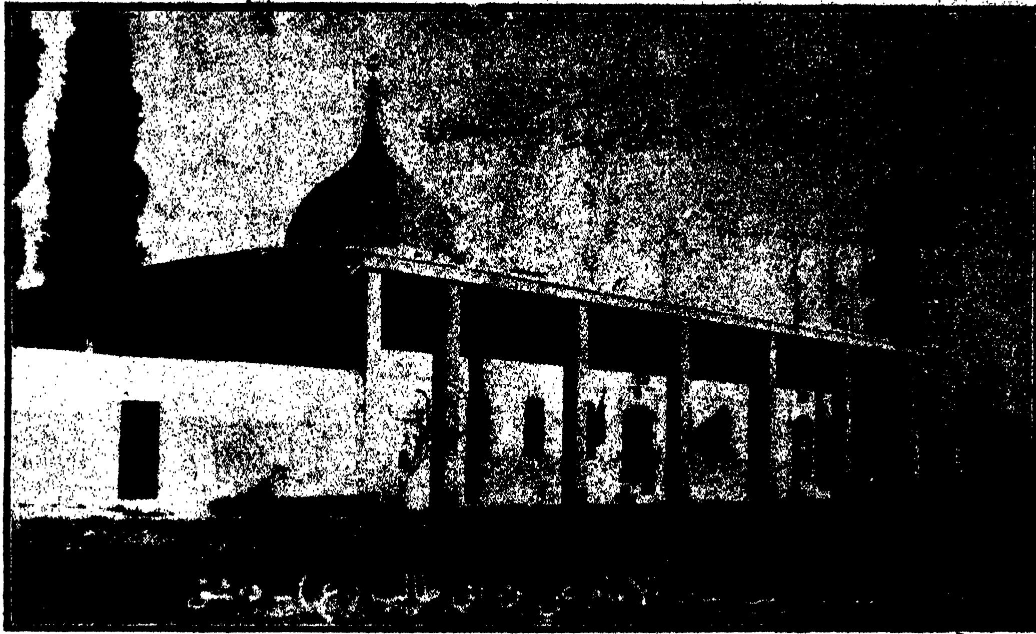
امام کی پسندیدہ نگاہوں نے انھیں جنت الفردوس اور حور و قصور کا دلنواز مژدہ دیا۔ فی الفور چہرے کی خستگی دفعۃً ہو کر مسرت و شادمانی کے آثار رونما ہوگئے دونوں آنکھوں کے پیمانہ خوشی کے بادہ سے چھلکنے لگے۔ لبوں پر ہلکا ہلکا تبسم نمودار ہوا اور وہ اپنے سید و مولا کے روئے مبارک کی زیارت کرتے ہوئے دار فانی سے عالم جاودانی کی سمت کوچ فرما گئے ؎

ہرگز نہ میرد آں دلش زندہ شد بعشق!
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

سبیل عباسؑ

(از جناب حکیم سید مظہر علی صاحب بلگرامی)

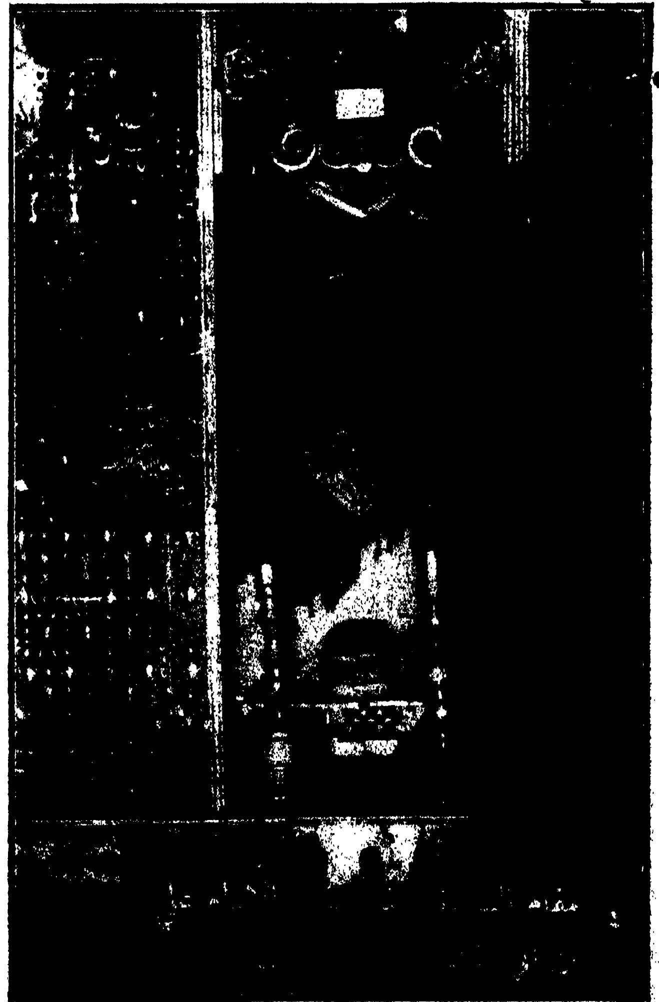
ساقی کوثر کا ہے فیض عام سبیل عباس
والله نہیں کوئی مثیل عباس
عالم نہیں لا سکتا عدیل عباس
اک مشک کا فیض الله اکبر مظہر
ہے چار طرف لکھی سبیل عباس



روضۂ مطہرۂ ثانی زہرا حضرت زینب صلوٰۃ اللہ علیہا (دمشق)



روضہ حضرت ام کلثوم بنت ع



ضریح مقدس حضرت زینب صلوٰۃ اللہ علیہا (دمشق)

سے کتنا
مولانا نے
مون کو آپ
عقیدت او
الفاظ کی نشست کو

کھو اتنی دیر کے لئے [illegible] کہ ہم لوگ نماز پڑھ لیں "

[illegible] الفیں امام کا پیام پہنچایا لیکن ان مسلم نما کافروں نے خدا [illegible] نے طرح طرح کی دل آزار [illegible] خصوصیت سے حصین بن تمیم نے صف سے باہر نکل کے طنزیہ لہجہ میں [illegible] مقبول نہیں ہے !! "

[illegible] نیزہ و تلوار کی [illegible] انصار کے قلوب پر لگے۔ حبیب ابن مظاہر کو غیظ آگیا۔ انھوں نے لب چباتے ہوئے جواب دیا [illegible] ملعون! کیا بکتا ہے؟ تیری نماز تو مقبول ہو اور رسول کے فرزند کی نماز قبول ہونے کے قابل نہ ہو [illegible] اب دشمنوں کے طعنے نہیں [illegible] مجھے اجازت [illegible] کی نماز جنت میں آپ کے نانا رسول اللہ کی خدمت میں پہنچ کر ادا [illegible]

حبیب کے ترکی بترکی جواب نے حصین کو غضبناک کردیا۔ وہ تلوار تولے ہوئے بڑھا اور ضعیف العمر مجاہد پر برس پڑا۔ تلوار فضا میں بلند ہو کے چمکی اور چشم زدن میں بجلی کی طرح حبیب پر گری۔ اگرچہ کھوٹ کا زمانہ تھا۔ اُن میں جوانی کا کس بل پھرتی [illegible] جوش اور جذبہ نے شباب کی سی چستی و چالاکی پیدا کردی — [illegible] فنون سے واقفیت رکھتا تھا [illegible] محفوظ رکھ سکا۔ وہ [illegible] میں نے سنبھلنے کی [illegible] ممکن نہ ہوا اور [illegible]

حبیب نے بڑھ کر [illegible] کا سر قلم کر دیا چاہا موت کی بھیانک تصویر [illegible] آنکھوں کے سامنے گھوم گئی۔ خوف و ہراس نے مضطرب کردیا اور وہ چیخ چیخ کر اپنے [illegible] ساتھیوں سے فریاد کرنے لگا۔ آواز فضا میں گونجی۔ دیکھتے ہی دیکھتے صد ہا لعین بڑھے اور حصین کو اپنے حصار میں کرلیا۔

* * *

اشقیائے کوفہ و شام نے نبی زادے کو نماز کی مہلت نہیں دی! حبیب نے یادگار جنگ کرنے اور سیکڑوں بے دینوں کو جہنم میں پہنچانے کے بعد شہادت کا شربت نوش کرلیا۔ لڑائی نے کچھ اور شدت پکڑ لی مگر امام نماز پڑھنے کا ارادہ کر چکے تھے۔ انھوں نے زہیر بن قین اور سعید بن عبداللہ حنفی کو حکم دیا "تم دونوں آگے بڑھو اور اس وقت تک حملہ آوروں کے حملہ روکتے رہو جب تک میں ظہر کی نماز نہ ادا کرلوں "

بقیۃ السیف انصار دو جماعتوں میں منقسم ہو کر نصف امام کے عقب میں معبود بے نیاز کی نماز ادا کرنے میں مشغول ہوئے اور نصف مجاہدین جو انگلیوں کی پوروں سے بھی کم تھے لاکھوں کے مقابلے پر قدم گاڑ کے کھڑے ہوگئے۔

حریفوں کے لئے یہ سنہری موقعہ تھا۔ وہ ہجوم کر کر کے حملے کرنے لگے۔ تیروں کی بارش میں اضافہ ہوگیا لیکن سید الشہدا پر جانیں نثار کر دینے والے کچھ اس قیامت کا عزم و ثبات رکھتے تھے کہ ان پر ان کوہ شکن حملوں کا مطلق اثر نہ ہوا۔ جب کوئی غول نمازیوں کو شہید کرنے کے ارادے سے بڑھا، وہ تلواریں تول تول کر جا پڑے، اور ایسے عدیم المثال جوہر دکھائے کہ منافقین کو ناکام پسپا ہونا پڑا۔

خصوصیت سے زہیر بن قین اور سعید بن عبداللہ کی فداکاری تھی۔ وہ گوشت پوست کے بدلے لوہے کے انسان بن گئے تھے۔ انھیں نہ تو نیزے کی انیاں پیچھے ڈھکیل سکتی تھیں نہ تلواریں منھ پھرا دینے پر قادر ہو سکتی تھیں۔ پیکان تو اتنا خاطر پسند ہدیہ تھے کہ جب کوئی سنسناتا ہوا تیر سامنے سے آتا تھا تو سپر کر دیتے تھے۔

دشمن کی تمام جد و جہد اور ساری کوششیں ناکام ثابت ہوئیں ان کے حملوں میں جس جس قدر سختی آتی گئی مجاہدین کا مدافعی جوش و خروش بڑھتا ہی رہا۔ سعید بن عبداللہ امام کے سامنے سینہ سپر کے استادہ تھے۔ جب مدعیوں کا جتھا اُن کی طرف بڑھتا تھا تو وہ کمال بے جگری سے مقابلہ کرکے انھیں بھگا دیتے تھے۔ تیروں کی بوچھار روکنے کو انھوں نے اپنے سینہ کو سپر بنا دیا تھا۔ ان کی دوربیں نگاہیں پھنگی کی طرح چاروں طرف گھوم رہی تھیں جدھر سے کوئی خدنگ آتے نظر پڑتا تھا وہ جھپٹ کر اپنا سینہ پیش کر دیتے تھے۔

اس کد و کاوش نے انھیں سر سے پاؤں تک غربال بنا دیا تھا۔ جیتے جیتے خون کی دھاریں تمام بدن سے جاری تھیں جسم بھر میں کوئی مقام ایسا نہ تھا جہاں سوفار پیوست نہ ہو گیا ہو اور جراحتوں سے لہو نہ بہہ رہا ہو۔ خون کے بے انتہا اخراج نے ازحد کمزور کر دیا تھا اور اب یہ حالت پہنچ چکی تھی کہ قدموں کو لغزش ہونے لگی تھی لیکن وہ روحانی طاقت سے کام لیکر اپنے آپ کو سنبھالے تھے۔

جتنے عرصہ تک نماز کا سلسلہ جاری رہا وہ امام کی حفاظت میں کوشش کرتے رہے موت آنکھوں کو بند کرنا چاہتی تھی اور وہ بجبر انھیں کھولے ہوئے تھے۔ یہاں تک کہ امام نے سلام پھیر کر نماز ختم کی۔ ابن سعید کا فریضہ پورا ہو چکا تھا۔ اس لئے لڑکھڑا کر گرے اور کچھ اس طرح سید الشہداء کے روئے مبارک پر نگاہ کی گویا وہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ ان کی جان سپارانہ خدمت مقبول ہوئی یا نہیں؟

امام کی پسندیدہ نگاہوں نے انھیں جنت الفردوس اور حور و قصور کا دلنواز مژدہ دیا۔ فی الفور چہرے کی خستگی دفع ہو کر مسرت و شادمانی کے آثار رونما ہو گئے دونوں آنکھوں کے پیمانہ خوشی کے بادہ سے چھلکنے لگے۔ لبوں پر ہلکا ہلکا تبسم نمودار ہوا اور وہ اپنے سید و مولا کے روئے مبارک کی زیارت کرتے ہوئے دار فانی سے عالم جاودانی کی سمت کوچ فرما گئے ؎

ہرگز نہ میرد آں دلش زندہ شد بعشق !
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

سبیل عباسؑ

(از جناب حکیم سید مظفر علی صاحب بلگرامی)

والله نہیں کوئی مثیل عباسؑ
عالم میں نہیں لاسکتا عدیل عباسؑ
اک مشک کا فیض الله اکبر مظہر
ہے چاروں طرف رکھی سبیل عباسؑ



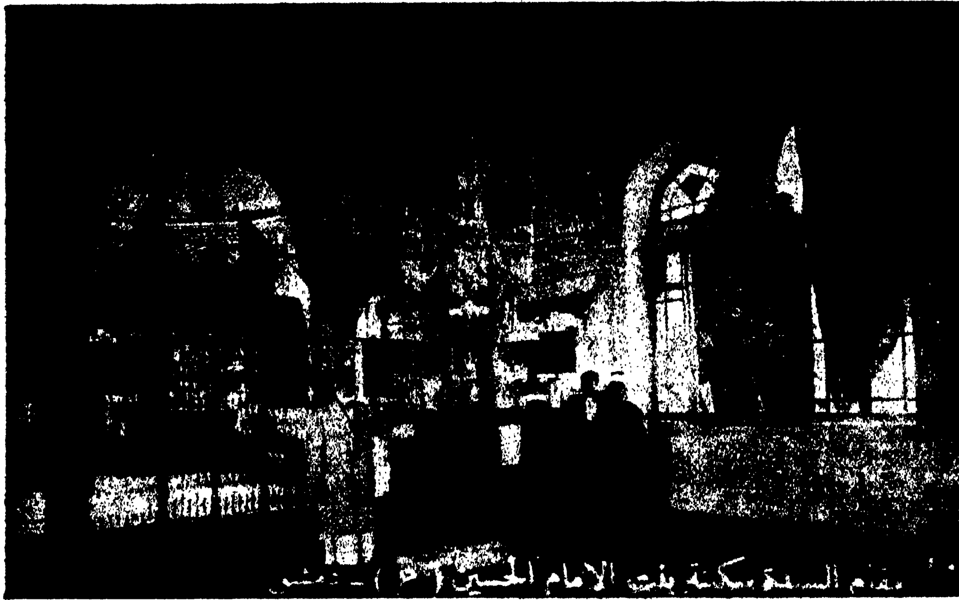
روضۂ مطہرۂ ثانی زہرا حضرت زینب صلواۃ اللہ علیہا (دمشق)



روضہ حضرت ام کلثوم بنت



ضریح مقدس حضرت زینب صلواۃ اللہ علیہا (دمشق)



مقام دفن سکینہ بنت الحسین علیہ السلام (دمشق)



روضہ مطہرہ حضرت نفسیہ بنت امام جعفر صادق
علیہ السلام (مصر)



دمشق میں اس جگہ سرہائے شہدائے کربلا رکھے گئے تھے



رقیہ بنت جناب امیر علیہ السلام

گیا
آگے
کر لو
کرنے میں
قدم گاڑ
ہوگیا لیکن
ان کوہ شکن
تول تول کر
خصو
لوہے کے انسان
پر قادر ہو سکتی تقدیر

حقیقت مذہب اور مادیات کی پابندی

مولانا محمد علی مرحوم کے شاعرانہ نکتۂ نظر سے

(از جناب سید ثامن حسین صاحب نقوی دہرہ دون)

مادیات کو قطع نظر کرکے اگر آفرینش عالم کو صرف مذہبی نکتۂ نظر سے دیکھا جائے تو دُنیا کا کوئی فرد اس حقیقت سے انکار نہیں کرسکتا کہ خلقتِ کائنات کا منشا رِ خداوندی ایک ہی تھا جو ازل سے تا ابد ایک ہی رہے گا۔ یہ دوسری صورت ہے کہ تمام مذاہبِ عالم اپنے اپنے نکتۂ نظر اور ماحول کو پیش نظر رکھتے ہوئے حقیقت کو نئے نئے نظریوں سے پیش کرتے ہیں۔

انقلابات زمانہ اور حیات انسانی کے نت نئے تقاضوں نے حالات اور کیفیات کو یہاں تک تبدیل کردیا ہے کہ ہر مقام ہر جگہ ہر فرد اپنے گرد و پیش ایک نئی دُنیا قائم کئے ہے۔ یہ سب اپنے اپنے مقام پر کتنے ہی درست کیوں نہوں مگر اس حقیقت سے انکار نہیں کرسکتے کہ اختلافات کا مجموعہ ایک ہی مرکز کی طرف رجوع کیا جاسکتا ہے جس کے ماتحت خدائے قدوس "بھگوان" یا "عیسوی" خدا نے دُنیا کو پیدا کیا تھا حقیقت ہر حالت میں ہر زمانہ میں بلکہ ہر دور میں حقیقت رہی ہے اور ہمیشہ رہے گی۔ اگر عالم انسانیت کو مذہبیات کی پابندیوں سے علیٰحدہ کرتے ہوئے دیکھا جائے تو ہر قوم ہر ملت ہر قبیلہ میں مختلف اوقات میں ایسے افراد پیدا ہوئے ہیں جنھوں نے حقیقت کے انکار سے کبھی گریز نہیں کیا خواہ دُنیا اسکو مانے یا نہ مانے۔ چونکہ انسانی زندگی میں افراط و تفریط اور مراتب کے مختلف درجات رہے ہیں لہٰذا اگر اصول زندگی کے ہر پہلو کو علیٰحدہ کردیا جائے تو شعبۂ زندگی کے واسطے ایک نہ ایک ایسی ہستی ضرور ملجائیگی جس نے حیات انسانی کے ایک مخصوص پہلو کو ایسے بلند معیار سے پیش کیا ہو کہ اس سے پہلے اور آئندہ آنے والی نسلیں بھی اسکو اس سے بہتر صورت میں ظاہر کرنے سے قاصر رہی ہوں۔

... صناعۂ قدرت کا بہترین شاہکار اور خلقت خداوندی کا ایک ایسا مجمل نمونہ ہے جس میں خلاقِ عالم نے تمام صفات اس طرح کوٹ کوٹ کر بھر دیئے ہیں کہ اگر کوئی شخص صرف انسان اور انسانیت کے جامے میں خود کو مکمل کرنا چاہے تو وہ جملہ بھلائیوں اور خوبیوں کا ایک بہترین نمونہ بن سکتا ہے۔

مذہبی جذبات سے خود کو علیٰحدہ کرتے ہوئے میں جرأت کے ساتھ یہ کہہ سکتا ہوں کہ اہلبیت رسول میں ایسی ایسی ہستیاں ہوئی ہیں جو بذات خود جملہ صفات و کمالات کا نمونہ ہونے کے علاوہ اپنی بعض انفرادی خصوصیات میں اس حد تک مخصوصیت پیدا کرچکی تھیں کہ خود اہلبیت اور ائمہ علیہم السلام میں دوسرے بزرگوار اسکا نمونہ پیش کرسکے۔ معرکۂ کربلا میں وفاداری کے نکتۂ نظر اور اخوت کے پیش نظر تین شبانہ روز کی مسلسل بھوک و پیاس میں حضرت عباس علیہ السلام نے ایسی مثال پیش کی ہے کہ دنیا انگشت بدندان ہے

.... اس

وقت چونکہ ابوالفضل العباس نمبر کے لئے مجھے عام اسلامی نکتۂ نظر سے یہ ظاہر کرنا ہے کہ اسلام اور اسلامیات اپنے لاتعداد اختلافات کے باوجود صرف ایک اور ایک ہی مرکز پر قائم ہے۔ لہٰذا میں دیگر چیزوں کو جو کہ اس مضمون میں اتفاقاً پیدا ہوگئی ہیں نظر انداز کرتا ہوں۔ مذہب اسلام نے زندگی کے ہر شعبہ میں ہر دور اور ہر زمانہ میں غیر معمولی قابلیت کے مشاہیر پیش کئے ہیں۔ ابھی کل کی بات ہے کہ مولانا محمد علی مرحوم ہمارے درمیان تھے اسلام کے ایک گوشہ سے دوسرے گوشہ تک "رفقارم" اور اسلامی زندگی کی جدّ و جہد میں مصروف تھے۔ مولانا مرحوم نے اس ابتلا کے زمانہ میں ہندی مسلمانوں کی بقا کے واسطے جو جد و جہد اور اختیار فرمایا ہے وہ توصیف اور تعریف سے بالاتر ہے۔ مولانا ہمیشہ عام مسلمانوں کی فلاح اور بہبودی کے واسطے کوشاں رہے مگر اسکے باوجود بھی از عہد تا لحد مذہبی نکتۂ نظر سے وہ ایک خاص نظریہ کے پابند تھے اسلام کے متعدد مذہبی فرقوں میں اسقدر اختلافات ہیں کہ اگر ان کو نمبروار علیٰحدہ علیٰحدہ لکھا جائے تو کوئی نظریہ ایک دوسرے سے مطابقت نہیں کرسکتا لیکن وحدانیت کے علاوہ فروعات میں ایک عجیب و غریب بات یہ ہے کہ جب کسی قومی لیڈر نے مسلمانوں کو ابھارنے اور ان میں جذبات اسلامیات پیدا کرنے کے واسطے جوش دلایا ہے تو مثالاً خاصی اہلبیت کو ہمیشہ پیش نظر رکھا ہے۔ مولانا موصوف ایک قابل ادیب اور ایڈیٹر ہونے کے علاوہ شاعر بھی تھے۔ اتفاقاً مرحوم کا دیوان میرے ہاتھ آگیا۔ "الف" سے "یے" تک شاعری کے علاوہ جو کہ نہایت قابلیت کمال اور قادر الکلامی کا ثبوت ہے جہاں کہیں تمثیل کو پیش نظر رکھا گیا ہے تو ہمیشہ اہلبیت رسول کو مثال میں پیش کیا ہے اس کے علاوہ ایک شعر بھی میری نظر سے ایسا نہیں گزرا جس میں کسی "اور" سے عقیدت ظاہر کی گئی ہو۔

ضرورت پیش آئی کہ مسلمانوں کو قومی وقار اور ایثار کے واسطے مجبور کیا جائے۔ اس سلسلہ میں اپنی مختصر زندگی میں مرحوم نے ہزارہا تقریریں کیں "کامریڈ" اور "ہمدرد" کے کالم کے کالم سیاہ کرڈالے جو آج باوجود انتہائی تلاش و جستجو کے دستیاب نہیں ہو سکتے۔ مگر اس مختصر شعر میں اس تمام جد و جہد کا خلاصہ اس طرح پیش فرمایا ہے کہ جس وقت بھی کوئی مسلمان اپنی خدمات اسلام کے واسطے پیش کرنا چاہے وہ مولانا کی زندگی کے اس نظریہ سے سبق سیکھنے کے بعد قدم آگے بڑھا سکتا ہے۔

سینچا تھا اسکو اپنے لہو سے حسینؑ نے
اب چاہئے اس چمن کو خزاں سے بہار دے

دوسری جگہ پھر اس ایثار کے ولولہ کو اس طرح نظم فرمایا ہے

قتلِ حسینؑ اصل میں مرگ یزید ہے
اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

دنیا کو متذکرۂ بالا شعر کے معنوی حیثیت سے کتنا ہی اختلاف کیوں نہ ہو مگر میرے خیال میں مولانا نے صرف جوش اور جذبہ کے ماتحت اس نفس مضمون کو اس طرح پیش فرمایا ہے کہ شاعرانہ جذبہ ہے۔ مذہبی عقیدت و اسلامی ولولہ کے ماتحت انھوں نے سچے الفاظ کی نشست کو

نظر انداز فرمادیا۔

آجکل کے مسلمانوں کی عام حالت کوان مختصر مگر جامع اشعار میں اس حسن وخوبی سے پیش کیا ہے کہ بڑے سے بڑا آدمی بھی اسقدر جامع تبصرہ اس خوبصورتی سے نہیں کرسکتا جس طرح مولانا مرحوم نے ان چند اشعار میں مسلمانوں کی نفسیاتی کیفیت کوظاہر فرمادیا ہے۔

ہے بُعد کربلا سے بھی قرب یزید بھی
اور چاہتے ہیں کہ نہ ہوں پنجتن سے دور
ذست کسے خوشامد شمرو یزید سے
اب ادعائے پیروی پنجتن کہاں

مسلمانوں کو یہ بتانے کے لئے کہ فتح وظفر اکثریت پرمنحصر نہیں ہے بلکہ حق وصداقت پرمرمٹنے والی اقلیت ہمیشہ سربلند رہے گی۔ آپ نے یوں فرمایا ہے۔

ہوں جو کثرت ہی کے قائل ان پہ کیا
رازِ فتح سبط پیغمبر کھلے

حقیقت کے سامنے سربلندی اور بدی سے کنارہ کشی کا منظر اس خوش اسلوبی سے پیش فرماتے ہیں۔

جبتک کہ دل سے محو نہ ہوکربلا کی یاد
ہم سے نہ ہوسکے گی اطاعت یزید کی

خالص مذہبی نکتۂ نظر سے حضرات اہلبیت سے محبت وعقیدت یوں ظاہر فرماتے ہیں۔

دنیا بھی دا دتشنہ لبی یوں حسینؑ کو
کوثر کا اک بہانہ بنی کربلائے دوست
کربلا ہے بہانۂ کوثر
جائیے صدقے اس بہانہ کے
ماتم شبیرؑ ہے آمد مہدیؑ تلک
قوم ابھی سوگوار دیکھئے کب تک رہے
کہتے ہیں لوگ ہے رہ ظلمات پرخطر
کچھ دشتِ کربلا سے سوا ہوتو جانیے
جو دشت کہ آرام گہ سبط نبی ہے
اس دشت کو لاکھوں ابھی آباد کریں گے

مسلمانوں کا فرض اولیں حق وصداقت پرجان دینا ہے لہذا زندگی کے قیمتی لمحات کو یہاں کے چندروزہ فانی عیش وآرام کی نذر کرکے جوش اسلامی کو سرد نہ کردینا چاہئے۔ اس لئے آپ نے فرمادیا ہے۔

ہم عیش دوروزہ کے بھی منکر نہیں لیکن
ایمائے شہ کرب وبلا اور ہی کچھ ہے

مذہب حق پر لڑنے والا سپاہی عزیز واقارب کی جدائی اور بھوک وپیاس کی پرواہ نہ کرتے ہوئے میدان میں کود پڑتا ہے اور سرکٹا کر زندۂ جاوید کہلاتا ہے۔ مولانا نے اسکو یوں نظم فرمایا ہے۔

خود خضر کو شبیرؑ کی اس تشنہ لبی سے
معلوم ہوا آب بقا اور ہی کچھ ہے

موت سے ڈرنے والے مسلمانوں کو بتانے کے لئے کہ موت ایک اٹل شے ہے۔ دُنیا فانی ہے بقا صرف ذات خداوندعالم کے لئے ہے مرنے سے ڈرنا ننگ آدمیت ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔

مسلم اجل سے دور نہیں ذکر کربلا
رہتا نہیں برات میں دولھا دولھن سے دور

یہ ہے اسلام اور اسلامیات جوکہ باہوش مسلمان اور مدبرین قوم دنیائے اسلام کے سامنے پیش کرتے

[illegible]

علمبردار

(از جناب سید محمد محسن صاحب دیرہ دون)

کسی گروہ یا جماعت کو ایک راستہ پر لیجانے یا ایک پلیٹ فارم پر جمع کرنے کیلئے اس کے بانی، محرک یا مجدد کو اپنی جماعت کے لئے ایک "نشان" "جھنڈے" یا "علم" کا انتخاب کرنا نہایت ضروری ہے اور اس علم کا تحفظ واجب ہوتا ہے۔ علم کا لہراتے رہنا اس جماعت کی زندہ دلی، قوت اور ہمت کی دلیل ہوتا ہے اگر علم سرنگوں ہو جائے تو وہ قوم یا جماعت مغلوب سمجھی جاتی ہے۔ علمبردار کا انتخاب نہایت غور و خوض کے بعد ہوتا ہے اسلام کے متعدد غزوات میں سے علم لشکر کے عطا ہونے کے واقعہ کو جس قدر اہمیت جنگ خیبر میں ہے وہ اور کسی غزوہ میں نہیں پائی جاتی اور جنگ خیبر میں علم لشکر عطا فرمائے جانے کے واقعہ کو راویوں نے یوں بیان کیا ہے کہ جب لشکر اسلام نے خیبر کا محاصرہ کیا تو پہلے دن اور حضرات علم لے گئے لشکر گئے لیکن . . . . کامیابی نہیں ہوئی . . . . آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ میں کل اس مرد کرار غیر فرار کو علم دوں گا جو اہل ہوگا۔ میدان سے بھاگنے والا نہ ہوگا۔ خدا اور رسولؐ اس سے محبت کرتے ہوں گے اور وہ خدا اور اس کے رسولؐ سے محبت کرنیوالا ہوگا اور بغیر فتح حاصل کئے واپس نہ آئیگا۔ اس اعلان کے بعد اصحاب کو یہ تو اطمینان ہو گیا کہ علم کل اس شخص کو ملے گا جو بغیر فتح کے واپس نہ ہوگا لیکن اصحاب نے یہ رات بعید اضطراب اور بے چینی کے عالم میں گذاری کیونکہ ہر شخص اپنے مقام پر یہ چاہتا تھا کہ کاش یہ دستار فضیلت اس ہی کے زیب سر ہو۔

کاش علم لشکر اس ہی کو مل جاوے۔ جب صبح کو آنحضرتؐ نماز سے فارغ ہو چکے تو صحابہ بار بار سینہ تانے چلے آتے تھے کہ نظر انتخاب پڑ جائے تو قسمت کا ستارہ چمک اٹھے۔ حقیقتاً علمبرداری ایسا عہدۂ جلیلہ تھا کہ اصحاب رسولؐ اس کے اتنے متمنی تھے۔ ورنہ اسکی آرزو نہ کرتے اور صحابی رسولؐ ہونے کو کافی تر زیادہ تصور کرتے۔

اللہ رے نظر انتخاب رسولؐ! مجمع پر نظر ڈالی۔ دریافت فرمایا علیؑ کہاں ہیں۔ عرض کیا وہ موجود نہیں ہیں۔ فرمایا۔ بلاؤ۔ عرض کیا وہ علیل ہیں علیؑ چشم زدن میں مدینہ سے مسافت طے کرکے پہونچے گویا زمین کی طنابیں کھینچ گئیں۔ آشوب چشم میں مبتلا تھے۔ آنحضرتؐ نے لعاب دہن سے شفا بخشی۔ اور فرمائی "یا اللہ! سرد و گرم زمانہ سے اس کی کفایت فرمانی (یہی وجہ تھی کہ جناب علیؑ مرتضیٰ گرمیوں میں گرم اور سردیوں میں ٹھنڈے کپڑے پہنا کرتے تھے اور آپ پر موسم کا کوئی اثر نہیں ہوتا تھا)۔ اور علم عنایت فرماکر حکم دیا کہ بڑھو اور کسی طرف بھی توجہ نہ ہو جب تک کہ خدا فتح نہ دے۔ جناب علیؑ مرتضیٰ بڑھے اور کچھ دور چل کر ٹھہرے اور دریافت فرمایا کہ یا رسولؐ اللہ کب تک ان لوگوں سے لڑتے جاؤں۔ فرمایا جب تک کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ نہ کہیں۔ علیؑ گئے۔ اور خیبر فتح ہوا۔ واقعہ مشہور ہے لیکن ترمذی میں ایک حدیث ملتی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ فتح خیبر سے قبل مسلمانوں کی حالت کس قدر نازک تھی۔ جناب عائشہ سے مروی ہے کہ ہم کو خیبر سے قبل پیٹ بھر کھجوریں کھانے کو نہیں ملیں۔ اور اسی مضمون کی ایک حدیث عبداللہ ابن عمر (صحابی رسولؐ) سے بھی مروی ہے (غور فرمایئے کہ ازواج رسولؐ اور مدینہ جیسی جگہ کے رہنے والے جہاں پر کھجوروں کی کثرت تھی خیبر سے پہلے پیٹ بھر کر کھجوریں نہ پا سکیں۔ اور ترمذی ہی کی دوسری حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب رسولؐ اللہ کم سے کم ستر من کھجوریں خیبر کی آمدنی سے سالانہ جناب عائشہ کو دیا کرتے تھے اور اسوقت آنحضرتؐ کے چھ بیویاں اور بھی تھیں۔

بہرحال خیبر میں حیدر صفدر کو علم لشکر عطا فرمانا انتخاب رسولؐ اور کربلا میں ہمصورت حیدر کو علم لشکر عطا فرمانا انتخاب فرزند رسولؐ تھا۔ جناب رسولؐ اکرم نے اپنی زبان چوسا چوسا کر سینہ اور سر پر سلا سلا کر دوش مبارک پر سوار کرکے ناز و نعم کے ساتھ حسین علیہ السلام کو پرورش فرمایا آپ جانتے تھے کہ میرے لگائے ہوئے شجر اسلام کو یہی سینچ کر ضرورت اور وقت پڑنے پر اپنے اور اپنے احباب و اعزا کے خون سے سینچے گا۔ حسین علیہ السلام کا بھی کوئی فعل اور کوئی قول حکم رسولؐ اور فعل رسولؐ سے اختلاف نہ رکھتا تھا۔ حقیقتاً حسین علیہ السلام کتاب حیات رسولؐ، صلی اللہ علیہ و آلہ کے تتمہ تھے اور اس ہی کو خواجہ معین الدین چشتی اجمیری نے جو اکابر علماء اہلسنت سے ہیں اپنی رباعی میں نظم فرمایا ہے

شاہ ہست حسینؑ پادشاہ ہست حسینؑ	دین است حسینؑ دین پناہ ہست حسینؑ
سر داد نداد دست در دست یزید	حقا کہ بنائے لا الہ است حسینؑ

جناب امیر المومنین علیہ السلام کو بہت تمنا تھی کہ کربلا میں ہونے والے واقعہ میں حسین علیہ السلام کے ساتھ ہوتے اور حسین علیہ السلام کی امداد فرماتے اسی وجہ سے جناب امیر المومنینؑ نے جناب عباسؑ جیسے مخدوم کا اہتمام فرمایا تھا۔ ایک روز جناب عقیلؑ سے ارشاد فرمایا کہ آپ بھائی آپ قبائل عرب کے حسب و نسب سے بخوبی واقف ہیں میں چاہتا ہوں کہ ایک نجیب اور شجاع خاندان کی ایک عورت سے عقد کروں تاکہ اس کے بطن سے خداوند عالم مجھکو ایک فرزند عطا فرمائے جس کو میدان جنگ کربلا میں فرزند رسولؐ کی حمایت کیلئے رکھ دوں۔ [illegible] جنگ صفین میں بھی جناب علیؑ مرتضیٰ نے جناب محمد حنفیہ کی تسلی پر ارشاد فرمایا تھا کہ تم میرے فرزند ہو [illegible] حسنؑ اور حسینؑ فرزند رسولؐ ہیں ان کی حفاظت واجب ہے۔ جناب عقیلؑ نے [illegible] فاطمہ کلابیہ سے عقد [illegible] ہیں عقد فرمایا جو خاندان شجاعت [illegible] کے بعد ان کے بطن سے خداوند عالم نے جناب عباسؑ [illegible] پہلے ان سے جناب [illegible] علی مرتضیٰ سے مشابہ تھے [illegible] جناب علیؑ مرتضیٰ جناب رسولؐ خدا صلی اللہ علیہ و آلہ کے مثل سایہ ساتھ رہتے تھے اسی طرح جناب عباسؑ مثل سایہ جناب [illegible] تھے۔ اور خود کو "غلام" اور جناب سید الشہداء کو "آقا" کہا کرتے تھے

آپ حسینؑ کے قوت بازو، جری، شجاع، عالی ہمت اور فنون جنگ [illegible] پیراستہ تھے۔ قمر بنی ہاشم مشہور تھے حسین علیہ السلام نے بھی [illegible] کا خطاب ملا۔ اور کربلا میں ہم نوع نہ پاکر تو بالکل ثانی حیدرؐ ہو گئے [illegible] نے کیا خوب اس کو نظم فرمایا ہے

ہم بازوئے شہ کی جو وفا دیکھیں گے	[illegible]
عباسؑ کو ہمصورت حیدرؑ [illegible]	[illegible]

فرزندِ رسولؐ نے ہمصورتِ حیدرؓ کو علم لشکر عطا فرمایا۔ سبحان اللہ کیسا انتخاب تھا کہ علم پر آج تک "عباس" کا قبضہ ہے ہر علم کو "عباس کا علم" کہا جاتا ہے۔ خیبر میں تو علم اسلام پتھر پر نصب کیا گیا اور کربلا میں جب علمدار فوج حسینی کو اپنی بھتیجی سکینہ کے لئے پانی لانے کی اجازت مل گئی، سوکھا ہی مشکیزہ لیکر یہ شیر بیشۂ شجاعت رجز پڑھتا ہوا میدانِ کارزار میں آیا۔ لشکرِ شام سے حجت تمام کی اعدائے دین سدِ راہ ہوئے۔ گھمسان کا رن پڑا۔ لاشوں پر لاشوں کا ڈھیر ہو گیا۔ خون کی ندیاں بہ گئیں۔ سپاہ یزید دور تک فرار کر گئی۔ گھاٹ کا راستہ صاف ہو گیا۔ شیرِ ترائی میں پہونچا۔ گھوڑے کو فرات میں ڈال دیا۔ فرمایا تو پیاسا ہے، پانی پی لے۔ عباسؑ سے وفادار کا گھوڑا۔ پانی سے منہ اٹھالیا۔ زبان حال سے کہنے لگا کہ فرزندِ رسولؐ کا مرکب پیاسا رہے اور میں پانی پیوں۔ یہ نہیں ہو سکتا۔ عباسؑ نے مشک کو کاندھے پر رکھا۔ خیمے کا رخ کیا۔

ابن سعد نے لشکر کو مخاطب کر کے کہا کہ اگر یہ مشک آب خیمۂ حسین تک پہونچ گئی تو سمجھ لو کہ حسینؑ سے لڑنے کی قوت باقی نہ رہے گی۔ تمام فوج سمٹ آئی، نیزے علم ہو گئے، تیروں کا مینھ برسنے لگا، تمام جسم سقائے اہلبیتؑ کا تیروں سے چھد گیا۔ مگر اللہ ری جرات، خیمے کی طرف بڑھتے جاتے ہیں۔ حملہ کر رہے ہیں کہ ناگاہ حکم ابن طفیل کی تلوار کا ایک وار ہوا کہ داہنا شانہ قلم ہو گیا۔ قبضۂ شمشیر بائیں ہاتھ میں لیا۔ مشک بائیں کاندھے پر لی کہ ناگہاں زید ابن ورقا کی تلوار کا وار دوسرے شانہ پر چل گیا۔ علمدار فوج حسینی نے تسمۂ مشک دانتوں میں لیا۔ گھوڑا بڑھایا اور فرماتے جاتے تھے اے اسپ باد پا جلدی کر اور اے اجل اتنا ٹھہر کہ یہ پانی حسینؑ کے چھوٹے چھوٹے بچوں تک پہونچ جائے۔ کہ ناگہاں ایک تیر مشک پر لگا۔ سب پانی بہ گیا ساری محنت سقائے سکینہ کی رائگاں ہو گئی ایک گرز سر مبارک پر پڑا۔ مشک دانتوں سے چھوٹ گئی۔ تھر تھرا کر زمین پر گر پڑے آواز دی یا اباعبداللہ علیک منی السلام اے مولا غلام کا آخری سلام قبول فرمایئے۔ امام مظلوم نے اپنے قوت بازو کی آواز سنی۔ بیتاب ہو کر فرمایا ہائے عباس! اے میرے سرورِ قلب! اب حسینؑ کی کمر ٹوٹ گئی مدارِ چارہ منقطع ہو گئی۔ حضرات خدا کسی بھائی کو بھائی کا یہ حال نہ دکھائے جو حسینؑ نے دیکھا۔ دیکھا کہ ۳۶ برس کا کڑیل جوان بھائی اپنے خون میں لوٹ رہا ہے۔ دیر تک حضرت روتے رہے خوشبوئے امام شام عباسؑ میں پہونچی، ہوش آیا۔ فرمایا آقا میری آنکھ سے خون پاک فرما دیجیے کہ ایک بار یہ غلام روئے اقدس کی زیارت اور کر لے امام مظلوم نے خون صاف کیا عباس نے آنکھیں کھولدیں۔ امام نے فرمایا بھائی عباس کوئی وصیت ہو تو بیان کرو عرض کی مولا میری لاش کو خیمے میں نہ لیجایئے گا حضرت نے فرمایا سب کی لاشیں تو حسینؑ لے گیا تمھاری لاش کیوں نہ لے جائے فرمایا آقا مجھ کو ننھی سکینہ سے شرم آتی ہے کہ میں اس سے پانی کا وعدہ کر کے آیا تھا اور اسے پورا نہ کر سکا یہ کہنا تھا کہ روح جانب فردوس پرواز کر گئی۔ حضرت دیر تک بھائی کی لاش پر روتے رہے پھر ملول و غمناک علم اور چھدی ہوئی مشک لیکر واپس ہوئے سکینہ سب بچوں کے ساتھ سوکھے ہوئے کوزے ہاتھ میں لئے منتظر تھیں اور سب کو دلاسا دے رہی تھیں کہ اب چچا عباسؑ پانی لاتے ہونگے۔ پہلے تم سب کو سیراب کرونگی اور پھر خود پیوں گی۔ دیکھا کہ امام غریب خون آلود علم لئے آ رہے ہیں۔ پوچھا۔ بابا جان میرے چچا عباسؑ کہاں ہیں؟ مجھ سے پانی کا وعدہ کر کے گئے تھے ابھی تک نہیں آئے۔ حضرت یہ سنکر رونے لگے۔ فرمایا بیٹی! اب کس کی منتظر ہو تمھارے چچا تو شہید ہو گئے۔ یہ سنکر معصومہ نے وا عماہ و اعباساہ وا مظلوماہ وا شہیداہ کا نعرہ بلند کیا۔ اور سب اہلحرم رونے لگے۔ نرید از غربی بے یاری حسین [?] در نالہ ہائے دمیدم دزاری حسین [?]

علمدارِ حسینی

(از مداحِ اہلبیت حکیم سید مظہر علی صاحب مظہر بلگرامی کشن گنج پورنیہ)

۱

اے علمدارِ حسینؑ اے فاطمہؑ کے نورِ عین

ایک تیری ذات سے تھی زینتِ فوجِ حسینؑ

مطمئن تھا تیرے دم سے قلبِ شاہِ مشرقین

آہ کس عالم میں تیرے بعد تھا تیرا حسینؑ

لاشِ اکبرؑ کی اکیلے لا رہے ہیں دیکھنا

خیمۂ عصمت کی جانب جا رہے ہیں دیکھنا

۲

تیری ہستی سے نمایاں آج بھی زورِ شباب

نور چھپتا ہے چھپائے سے کہیں زیرِ حجاب

آج تک کونین میں کوئی نہیں تیرا جواب

سبطِ احمدؐ کی پڑی جب ہی نگاہِ انتخاب

ایک تو تنہا تھا زورِ بازوئے سبطِ رسولؐ

مرحبا، صد مرحبا، اے قرۃ العینِ بتولؑ

۳

وارثِ دارِ احمدِ مختار کیا کہنا ترا

نورِ عینِ حیدرِؑ کرار کیا کہنا ترا

اے مثیلِ جعفرؑ طیار کیا کہنا ترا

اے حسینی فوج کے سالار کیا کہنا ترا

تیرے پرچم سے نمایاں آج تک تیرا لہو

تجھ سے ہاں کچھ رہ گئی نامِ وفا کی آبرو

(بقیہ مضمون صفحہ ۲)

میں نے اب تک جو کچھ لکھا وہ صرف تمہیداً تھا۔ مجھکو تو یہ مقصود ہے کہ دنیا میں جنگ ہر زمانہ میں ہوتی رہی ہے اور ہر جنگ میں علمدار فوج ضرور انتخاب کیا گیا ہے۔ شہنشاہان عالم نے اپنی نفس پرستی کے واسطے جب کبھی انسانوں کے خون کی ہولیاں کھیلی ہیں یا مصلحین اقوام نے اصلاح قوم کے لئے تلوار اٹھائی ہے تو علمدار فوج ضرور معین اور منتخب کیا گیا ہے۔

میں علمداری کی اہمیت آج پیش کرنا چاہتا ہوں اور عہد رسالت سے لے کر عہد حسینی تک جتنی بھی لڑائیاں ہوئی ہیں ان کے علمدار اور ان کے وجوہ انتخاب پیش کروں گا اور یہ بتاؤں گا کہ علمدار کی خصوصیات کیا ہیں۔ اور بدرجۂ اتم وہ تمام خصوصیات کس علمدار فوج میں پائی گئی ہیں۔

علمدار فوج کی شخصیت معمولی شخصیت نہیں ہوا کرتی ہے۔ علمدار کا صحیح انتخاب لشکر کی کامیابی کا باعث ہوتا ہے۔ گویا علمدار فوج کی شخصیت تمام افراد قوم پر حاوی ہوتی ہے۔ یا یوں کہا جائے کہ کشتی فوج کا لنگر صرف علمدار فوج ہی ہوا کرتا ہے۔ آج اگرچہ جنگ دست بدست نہیں ہوتی ہے اور صرف ہوائی جنگ کا رواج ہو گیا ہے لیکن پھر بھی ہر دستہ کا سپہ سالار ہر فرد سے کامل تر معین کیا جاتا ہے۔ کیونکہ اس سپاہ سالار کی تھوڑی سی بھی غلطی صرف اس دستہ فوج ہی کی تباہی کا سبب نہیں ہوتی بلکہ کل فوج کی بددلی اور شکست کا سبب بن جایا کرتی ہے۔

عرب والے دست بدست جنگ کے ہمیشہ سے شائق تھے اور لڑنے بھڑنے میں ہی ان کو مزا آتا تھا۔ تمام اقوام عرب جنگجو تھیں ان کا بچہ بچہ اور ہر ایک نوجوان اور بوڑھا سپاہیانہ زندگی بسر کرتا تھا۔ عہد اسلام سے پہلے زمانۂ جاہلیت میں بھی وہ مشغلہ صرف شجاعت اور دلیرانہ حرکات ہی تھیں وہ اپنے دشمن سے اس وقت تک لڑنے کے عادی تھے جب تک کہ وہ اپنی زندگی اور اقتدار کلی کا اعتراف دشمن سے نہ کرا لیتے تھے۔ فنون جنگ سے ان کا بچہ بچہ واقف تھا اور ان کے نزدیک بہترین جوہر شرافت صرف فنون سپاہ گری تھے اور بس۔ یہ جری اور شجاع جب لڑتے تھے تو اپنے میں سے بہترین افراد کو علمدار لشکر معین کرکے لڑتے تھے جب ہی اعراب پیغمبر اسلام کے مقابلہ کے لئے مکہ سے چل کر مدینہ پر چڑھ آئے تو رسولؐ نے مقام بہار پہونچ کر ان کا مقابلہ کرنا چاہا اور انصار میں سے تین نوجوان ان کے مقابلہ کے لئے میدان جنگ میں بھیجدیئے۔ جب کفار مکہ نے ان نوجوانوں کو دیکھا تو رسولؐ سے کہلوایا کہ ہم اپنے کفو اور مثل کے مقابل میں جنگ کریں گے۔ ان جوانوں سے اس لئے لڑنا ہم کو پسند نہیں ہے کہ یہ ہمارے ہم پلہ نہیں ہیں۔ کفار مکہ کے اس قول سے بھی یہ امر واضح ہوتا ہے کہ بہادران عرب اپنے سے کم درجہ کے ماتحت ہوتا تو درکنار بلکہ ان کے مقابل میں آکر ان کو قتل کرنا بھی گوارہ نہیں کرتے تھے۔ گویا زمانہ جاہلیت (قبل اسلام) میں بھی علمداری فوج کے لئے خصوصیات معین تھے بہرحال کفار کے کہنے پر رسولؐ نے جنگ بدر میں حضرت علی علیہ السلام اور حضرت حمزہ ابن عبدالمطلب اور عبیدہ ابن حارث ابن عبدالمطلب کو مقابلہ کے لئے بھیجا۔ اور کفار نے اپنے بہادر ترین اشخاص کو منتخب کیا۔ جن میں ولید ابن عتبہ کو علیؑ کے مقابلہ کے لئے اور عتبہ ابن ربیعہ کو حضرت حمزہ کے مقابلہ کے واسطے اور شیبہ ابن ربیعہ کو عبیدہ کے مقابلہ کے لئے میدان میں بھیجا گیا بظاہر یہ چھ اشخاص ایک دوسرے کے مقابل ہوئے لیکن ہر دو لشکروں کی شکست و فتح یابی بس انہیں اشخاص پر منحصر تھی چنانچہ حضرت علیؑ نے اپنے مقابل اور نیز عبیدہ کے مقابل ہر دو کا خاتمہ کر دیا اور حضرت حمزہ نے اپنے مقابل کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ ان تین اشخاص کے مرنے نے ایک ہزار کفار کے قدم اکھاڑ دیئے اور پھر علیؑ نے حملہ کر دیا اور کفار کے چیدہ چیدہ بہادروں کو جن کی تعداد تقریباً پندرہ تھی قتل کر دیا۔ ان بہادروں کا قتل ہونا تھا کہ باقی فوج میدان چھوڑ کر بھاگ نکلی۔

اسی طرح غزوہ احد میں علی علمدار فوج تھے اور مقابلہ میں عکرمہ ابن ابی جہل۔ عمرو ابن عاص اور ابوسفیان تھے۔ علیؑ کے سامنے آنیوالے یہ اشخاص عرب میں کافی شہرت رکھتے تھے۔ ان پر اہل مکہ کو کافی اعتماد تھا کہ ان کی موجودگی میں ہم شکست نہیں پا سکتے مگر علیؑ نے ان کو قتل کرکے میدان کو سر کر لیا اور باقی فوج تاب مقاومت نہ لا سکی۔ اس جنگ میں علیؑ نے کفار کے نو علمداروں کو قتل کیا۔ اور ان نو علمداروں کا قتل ہونا ہی کفار کی شکست کا باعث ہوا۔ بہرحال مجھکو یہ ثابت کرنا ہے کہ علمداری کا عہدہ ابتدائے آفرینش سے آج تک خاص اہمیت رکھتا ہے۔ آئندہ سطور میں مجھکو یہ بتانا ہے کہ علمدار کو کن کن خصوصیات کا مالک ہونا چاہیئے اور وہ خصوصیات کس حد تک میرے ممدوح حضرت عباسؑ ابن علی علیہ السلام میں موجود تھے۔ اس کے علاوہ یہ بتانا بھی مقصود ہے کہ امام حسین علیہ السلام کی تھوڑی سی فوج کی علمداری کتنی اہمیت رکھتی ہے اور میدان کربلا کا علمدار خدا و رسولؐ کی نگاہ میں کتنا معزز و محبوب ہے۔ اور علمدار حسینؑ کو دیگر علمداروں کے مقابلے میں کیا کیا فضیلتیں حاصل ہیں۔

علمدار فوج کے لئے جن خصوصیات کی ضرورت ہے ان میں سے خاص مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) شجاع ترین افراد لشکر ہو (۲) وجیہہ و شکیل و پُر رعب ہو (۳) باعتبار خاندان تمام افراد لشکر سے اعلیٰ تر ہو (۴) فنون جنگ سے ہر ایک فرد کے مقابلہ میں زیادہ واقف اور ماہر ہو (۵) اپنے سردار کا قلبی خیر خواہ اور وفادار ہو۔ (۶) اس کی شجاعت، شرافت ، اور سپہ گری، وفاداری نے قائل صرف اسی کا لشکر نہ ہو بلکہ دشمن کے لشکر کے ہر فرد کے دل پر اس کی برتری اور شجاعت کا سکہ بیٹھا ہوا ہو۔

یہ خصوصیات جن کا ذکر سطور بالا میں کیا گیا کسی ایک شخص میں جمع ہو جانا آسان امر نہیں ہے۔ اہل علم جانتے ہیں کہ پیغمبر اسلام خاتم الانبیاء ہونے کی حیثیت سے تمام انبیاء ما سبق کے وارث تھے۔ یہ آخری نبوت تمام نبوتوں کا عطر تھی۔ اس آخری نبوت کو تمام نبوتوں پر فضیلت اور اس آخری نبیؐ کو تمام انبیاء سلف پر فضیلت حاصل تھی۔ چونکہ خاتم النبیین کو قیامت تک کے لئے اسوۂ حسنہ قائم کرنا تھا لہذا آنحضرت نے اپنے اقوال اور افعال سے دنیا والوں پر بخوبی ظاہر کر دیا کہ ان کے کارہائے نبوت میں اعانت کرنے والا اور لشکر اسلام کا قائد کیسا ہونا چاہیئے۔ آنحضرت کا ہر غزوہ میں علیؑ کو علمدار فوج منتخب کرنا اس امر پر روشنی ڈالتا ہے کہ خصوصیات علمداری بجز علیؑ کے دوسرے میں موجود نہیں۔

چنانچہ جب آنحضرت نے فتح مکہ کا ارادہ کیا ہے اور تقریباً دس ہزار مسلمانوں کو لے کر مکہ کی طرف روانہ ہوئے ہیں تو ان مہاجرین و انصار کا جو شمع نبوت کے پروانہ اور اسلام کے حقیقی واصلی جاں نثار تھے ان پر علمدار حضرت علیؑ کو منتخب فرمایا۔ آنحضرت کا یہ فعل بتا رہا ہے کہ ان دس ہزار مسلمانوں میں سے ایک بھی علیؑ کے مانند خصوصیات علمداری نہیں رکھتا تھا ورنہ رسولؐ اگر علیؑ سے بہتر کسی کو خصوصیات علمداری کا مالک پاتے تو ضرور اسی کو اس لشکر جرار کا علمدار بناتے۔

رسولؐ کی فاتحانہ جنگیں نبوت کی فاتحانہ جنگیں تھیں اور ان تمام جنگوں کی فتحیابی کا سہرا علیؑ کے ہی سر رہا۔

بیشک رسالتمآب صلعم نے ابلاغ احکام الٰہی میں وہ کر دکھایا جو ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء سے نہ ہوسکا تھا۔ بیشک آپ کی شمع نے تمام عالم کو کلمۂ توحید سے واقف کر دیا۔ اور ذات خدا کو منوا لیا لیکن اس امر سے بھی انکار نہیں ہوسکتا کہ جس طرح رسولؐ کی رسالت یا نبوت آخری نبوت تھی اور اس نبوت کی حمایت عالم کے بہترین شجاع کے ذریعہ (علیؑ) ہوئی اسی طرح امام حسین علیہ السلام کی شہادت تمام انبیاء سلف (جو شہید ہوئے) کی شہادت کا عطر تھی اور اس آخری قربانی یا شہادت پر ہی اس آخری دین مبین (اسلام) کی بقا کا انحصار تھا۔ یہی وجہ تھی کہ خداوند عالم نے انبیاء سے اس شہادت کا تذکرہ کیا اور جس طرح خاتم النبیین کی نبوت کا اقرار انبیاء نے کیا اسی طرح اس آخری قربانی یا شہادت پر ہر ایک نبی نے آنسو بہائے۔ مسلمانوں کے تمام فرقے قائل ہیں کہ حسینؑ کی شہادت اسلام کی بقا کا سبب قرار پائی ہے۔ خواجہ معین الدین چشتی اجمیری نے کیا خوب ایک رباعی میں اس مسئلہ کو صاف کر دیا ہے۔

شاہ ہست حسینؑ بادشاہ ہست حسینؑ
دین است حسین دین پناہ ہست حسینؑ
سر داد نداد دست در دست یزید
حقا کہ بنائے لا الہ ہست حسینؑ

حضرت معین الدین چشتی نے درست کہا ہے کہ دین اسلام کی بقا صرف شہادت حسین پر منحصر تھی۔ یہ خیال معین الدین چشتیؒ کا اپنا خیال نہیں ہے بلکہ خداوند عالم نے ابتدائے آفرینش سے اس آخری نبوت کے واسطے اسی شہادت یا قربانی کو محفوظ کر لیا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ جب خدا کا سچا دوست۔ خدا کے نام پر آگ میں گرنا اور جل جانا قبول کرنے والا دوست (حضرت ابراہیمؑ) اپنے اکلوتے بیٹے کو راہ خدا میں قربان کرنے لگا تو قدرت نے یہ کہکر روک دیا کہ "فدیناہ بذبح عظیم"۔ اے ابراہیمؑ ہم نے ذبح عظیم کو اس کا بدل قرار دیا ہے۔ قدرت کا مطلب یہی تھا کہ ہم نے آخری نبوت کے لئے بہترین اور آخری قربانی روز ازل سے معین و منتخب کر دی ہے اس قربانی کا بدل یا مثل دوسری قربانی نہیں ہو سکتی ہے۔

اس موقع پر غور طلب یہ امر ہے کہ جس شہادت یا قربانی کو خدا اس طرح دوست رکھتا ہو کہ ابراہیمؑ جیسے برگزیدہ نبی کی قربانی کو مسترد کر دے اور صرف اس لئے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میرے محبوب کی محبوب قربانی (حسینؑ) سے ابراہیم کی اس قربانی کو مماثلت پیدا ہو جائے۔ اور دنیا مقام فضیلت میں ان دونوں قربانیوں کا مقابلہ کرنے لگے۔ چونکہ قدرت نے آخری نبوت کے لئے محمد مصطفےٰ صلعم کو اور آخری شہادت کے لئے امام حسین علیہ السلام کو منتخب فرمالیا تھا۔ لہذا اس نے کارہائے نبوت میں حمایت کرنے والا علیؑ جیسا بھائی رسولؐ کو عطا فرمایا اور اسی طرح اس اعظم ترین قربانی یا شہادت کی امداد کرنے والا حسینؑ کو عباسؑ سا بھائی مرحمت فرمایا۔

حسینی سپاہ کے مجاہدین اپنا مثل و نظیر نہیں رکھتے اور شہدائے کربلا اسلام کے ہر ایک شہید سے مرتبہ میں بالاتر ہیں لیکن ان تمام شہدائے کربلا میں اگر شان امتیاز حاصل ہے تو وہ صرف حسینؑ کے بھائی حضرت ابوالفضل العباسؑ کو حاصل ہے۔ اس موقع پر میرا یہ کہنا بیجا نہ ہوگا کہ جس طرح محمد مصطفےٰؐ نبوت میں یکتا ہیں اور علی مرتضیٰؑ امامت و شجاعت و حمایت رسولؐ میں منفرد اور امام حسین علیہ السلام اقلیم شہادت کے تاجدار ہیں اسی طرح حضرت عباسؑ حمایت شہادت اور وفاداری میں یگانۂ روزگار ہیں۔

مضمون کو اس منزل تک پہنچانے کے بعد میرا دل چاہتا ہے کہ خصوصیات علمداری کی روشنی میں حضرت ابوالفضل العباسؑ کو دیکھوں۔

(۱) شرافت خاندانی علمداری کا بڑا جزو ہے۔ اس وجہ سے کہ لشکر میں صدہا ہزارہا اشخاص ایک سے ایک نجیب و شریف موجود ہوتے ہیں۔ ایک قبیلہ کو دوسرے قبیلہ پر تفوق خاندانی کا شرف حاصل ہوتا ہے۔ ایسی صورت میں اگر علمدار فوج میں خاندانی کسی قسم کا عیب ہوتا ہے تو تمام افراد لشکر بہ یک دلی اسکی سرداری کو پسند نہیں کرتے لہذا فوج پوری قوت سے یکدل ہوکر مقابلہ نہیں کرتی ہے۔ کیونکہ فطری طریقہ پر ان کو اپنے علمدار سے بوجہ اپنے تفوق خاندانی کے تنفر ہوتا ہے۔ یہی تنفر حمایت اور علمدار کی نیکنامی کے خلاف کارفرما رہ کر شکست کا سبب بن جاتا ہے۔ حضرت عباس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خاندانی شرافت کا مورخین عالم کو اقرار ہے۔ شرافت خاندانی کے لحاظ سے اگر علمدار حسینؑ کوئی شخص بن سکتا تھا تو وہ ذات حضرت عباس علیہ السلام کی تھی۔ آپ کے پدر بزرگوار محمد مصطفےٰؐ کے بھائی۔ علی مرتضیٰ علیہ السلام تھے مادر گرامی حضرت ام البنین وہ معظمہ تھیں کہ جب حضرت فاطمہؑ بنت رسولؐ کی وفات کے بعد حضرت علیؑ نے نکاح کرنا چاہا۔ تو اپنے بھائی حضرت عقیل سے فرمایا کہ بھائی عرب میں کوئی ایسی عورت میرے عقد کے لئے تلاش کردو کہ جو حسب و نسب میں بہترین حسب و نسب رکھتی اور اس کا خاندان شجاع ترین اعراب ہو۔ میں چاہتا ہوں کہ اس کے بطن سے میرے ایک ایسا لڑکا پیدا ہو جو شجاعت میں میرا قائم مقام ہو سکے۔ حضرت عقیل نے ام البنین کے خاندان کا تذکرہ کیا اور تعریف فرمائی۔ حضرت علیہ السلام نے تائید کی اور عقد فرمایا۔

(۲) دوسری خصوصیت جو علمدار کے لئے ضروری ہے اس کا وجیہ و شکیل و پر رعب ہونا ہے۔ اس خصوصیت کے حضرت عباسؑ اس درجہ پر مالک تھے کہ آپ کو قمر بنی ہاشم کہا جاتا تھا۔ بنی ہاشم یوں تو تمام عرب کے مقابلہ میں زیادہ حسین سمجھے جاتے تھے اور اسی کے ساتھ پُر رعب بھی۔ مگر بنی ہاشم حسین و شکیل ہوتے ہوئے بھی حضرت عباسؑ کو قمر بنی ہاشم کہکر پکارتے تھے۔ اسکے علاوہ مورخین کو اقرار ہے کہ آپ قد آور ایسے تھے کہ ہمیشہ دور کا بہ گھوڑے پر سواری فرماتے تھے اور پھر بھی آپ کے قدم ہائے مبارک زمین پر خط دیتے جاتے تھے۔ آپ کی سواری کے لئے عرب میں بھی گھوڑا تلاش کرنے سے دستیاب ہوتا تھا۔ کیونکہ ہر ایک گھوڑا آپ کے جسم کے لنگر کو نہیں سنبھال سکتا تھا۔ رعب و جلال کا یہ حال تھا کہ اگر نظر قہر آلود سے کسی کو دیکھ لیتے تھے تو دشمن چاہے کتنا ہی طاقت ور و مغرور ہو

کانپ جاتا تھا۔

(۳) شجاع ترین افراد لشکر ہونا بھی علمداری کی ایک شرط ہے۔ یہ امر بھی مورخین کے نزدیک مسلم ہے کہ حضرت عباسؑ علیہ السلام ایسے شجاع تھے کہ اپنا لشکر تو درکنار دشمن کا لشکر جرار آپ کی شخصیت اور شجاعت کا معترف تھا۔ چونکہ میں نہیں چاہتا کہ میرے بیان کو طول ہو جائے ورنہ کچھ واقعات بھی تحریر کرتا جو آپ کی شجاعت کا اظہار اچھی طرح کر دیتے ایک مشہور واقعہ یاد دلاتا ہوں۔

مسلمانوں کا بچہ بچہ واقف ہے کہ حسینؑ کے اس جاں نثار نے حسینؑ کے بچوں اور مخدرات عصمت و طہارت کی خبرگیری ابتدائے سفر سے اپنے ذمہ لی تھی۔ گرم موسم تھا عرب کا سفر تھا جہاں منزلوں پانی نہیں ملتا ہے۔ امام حسین علیہ السلام کی راحت کا خیال اس جاں نثار کو ہمہ وقت تھا جب ایک منزل پر حُر ابن ریاحی سے ملاقات ہوئی۔ سو قت تک تو حضرت عباسؑ بچوں اور عورتوں کے خیال سے پانی کا انتظام مفعول کئے ہوئے تھے۔ لیکن حُر کا پانچسو کا دستہ حسینؑ کے سامنے آیا اور ان کے گھوڑوں کی زبانیں منہ سے باہر نکلی ہوئی تھیں امام حسین علیہ السلام نے حضرت عباسؑ کو حکم دیا کہ ان سب کو پانی پلایا جائے۔ کل لشکر نے پانی پیا۔ گھوڑوں نے پانی پیا۔ بیشک اس مجسمۂ وفاداری (حضرت عباسؑ) نے تعلیم ارشاد میں پانی پلا دیا۔ مگر اب پانی کم ہو گیا۔ بلکہ قریب قریب ختم ہو گیا۔ کیا عباسؑ جلیسا وفادار حسینؑ کے بچوں اور عورتوں کی موجودگی میں یہ گوارا کر سکتا تھا کہ عباسؑ پانی پی لے اور جس وقت خیموں سے بچوں کی آواز پانی۔ پانی آئے تو عباسؑ پانی بچوں کو نہ دے سکے۔ قرینہ بتاتا ہے کہ حضرت عباسؑ نے حُر کو پانی پلا کر باقی پانی کو بچوں اور عورتوں کے لئے محفوظ کر لیا ہوگا۔ خود پیاسے رہے ہوں گے اور بچوں اور نیز سب کو سیراب کرتے رہے ہوں گے۔ یہ صعوبات سفر۔ یہ تشنگی۔ یہ تمام قافلہ کی قافلہ سالاری کی خدمات۔ وہ گرمی کا موسم کربلا پہونچنے سے پہلے معلوم ہو جانا کہ دشمن نے دعوت نہیں کی ہے بلکہ عداوت کا ارادہ ہے۔ تو بیشک حسینؑ کے دل پر تو صدمہ ہوا ہی ہوگا مگر عباسؑ کا دل کب گوارا کر سکتا تھا کہ حسینؑ کے چہرہ پر آثار ملال دیکھے اس جاں نثار نے حسینؑ کے سکون کی خاطر اپنے نفس پر ہر ایک قسم کی تکلیف برداشت کی ہوگی اور حسینؑ پر اسکے اظہار کا موقع نہ دیا ہوگا۔ کہ حسینؑ کو خیال گزرے کہ پانی نہیں ہے۔ بچے پیاسے ہوں گے۔

میدان کربلا میں شط فرات پر خیام کو نصب کرنا چاہا تو خیام ہٹا دیے گئے حضرت عباسؑ اس موقع پر بگڑ گئے تھے مگر حسینؑ نے خاموش کر دیا۔ اور فرمایا کہ بھائی ابتدا ہماری طرف سے ہو۔ گویا اسی وقت سے جنگ کی خبر پختہ ہو گئی۔ کیا عباسؑ اب نہیں جانتے تھے کہ پانی بند کرنے کے لئے ہی تو دریا سے ہم کو ہٹایا گیا ہے لہذا قیاس کہتا ہے کہ حضرت عباسؑ نے اپنے کھانے اور پینے میں تقلیل کر دی ہوگی۔ سات محرم سے تو وہ وقت شروع ہو ہی گیا جس کا اندیشہ تھا یعنی پانی پانی ختم ہو گیا اور بچے صبح ہی سے العطش العطش کہنے لگے۔ سات تاریخ سے پانی کا ختم ہونا بتاتا ہے کہ امام حسین علیہ السلام کے بچے سات تاریخ سے پیاسے رہے اور حضرت عباسؑ کم از کم تین چار روز قبل سے اس وجہ سے پیاسے رہے ہوں گے کہ بچوں کے لئے پانی کچھ تو لگا رہے۔ یہ کئی روز کی پیاس اور بھوک اسپر تمام اعزا و انصار کا شہید ہو جانا۔ انکی لاشوں کا نگاہ کے سامنے پڑا ہوا ہونا۔ اسپر اجازت جنگ کا نہ ملنا اور ضبط سے کام لینا۔ اسپر صرف پانی لانے کی اجازت کا ملنا۔ اسپر اس غیر ندا کے بشرہ سات ہزار کے لشکر جرار کو کنارہ فرات سے مار بھگانا اور گھوڑے کو فرات میں ڈال کر مشک سکینہ تر کر کے بھر لینا۔ باوجود قدرت دریا سے چلو بھر کر پانی کو پھینک دینا اسکے بعد فوج سے مقابلہ کرنا اور ایک ہاتھ کے کٹ جانے پر بھی علم و مشک کا سنبھالنا دونوں ہاتھوں کے قطع ہو جانے پر بھی علم و مشک کی حفاظت کرنا یہ وہ کام ہیں کہ تاریخ ایک مثال بھی ایسی پیش نہیں کر سکتی ہے۔

حضرت عباسؑ جیسا جری اور بہادر زندہ رہے اور اسکے نظروں کے سامنے سارا کنبہ بچے اور بوڑھے ایک ایک کر کے قتل کر دیے جائیں۔ بیشک حسینؑ تو قوت امامت سے بھی کام لے کر ضبط فرما لیتے ہوں گے مگر عباسؑ کو ہزار مرتبہ مرجانا اس تکلیف سے زیادہ آسان تھا جو وجود قدرت انتقام و کمال جوہر شجاعت و طاقت ایسے موقع پر صبر کرنے میں ہوئی ہوگی۔ لیکن وفاداری کا اقتضا یہی تھا حسینؑ اس شیر کے زور کو بھوکا پیاسا رکھکر اور اعزہ و اقربا کے داغ دکھا کر کم کر رہے تھے۔ کیونکہ جانتے تھے کہ اگر اس شیر کو میں نے اس طرح کمزور نہ کر لیا تو بنی ہاشم کی شجاعت علی کا مجسمہ عباسؑ ہے یہ اس بھوک اور پیاس میں بھی اس ٹڈی دل فوج کو بھگا سکتا ہے۔ لیکن حسینؑ کو تو پیکر شہادت کو اس طرح سجانا منظور تھا کہ قدرت دیکھ لے کہ باوجود قدرت اور عباسؑ جیسے شجاع کے ہوتے ہوئے بھی حسینؑ نے میدان شہادت کو ایسا سج دیا ہے کہ اس طرح انبیاء سلف سے نہ سج سکا۔ بیشک قدرت نے حسینؑ اور عباسؑ کو اس آخری قربانی کے لئے منتخب کیا تھا کہ یہ دونوں بھائی مرتبۂ شہادت کو اس طرح سجائیں کہ دوسرا کوئی مرتبۂ شہادت ان کی مثل نہ ہو سکے۔ بات یہ ہے کہ خدا نے اس شہادت کا ہر ایک نبی سے ذکر کیا تھا لہذا وہ چاہتا بھی یہ تھا کہ عباسؑ جیسا جری و بہادر دیکر حسینؑ کے صبر کو آزما کر عام اوصیاء و اولیاء و انبیاء کو دکھا دے کہ میرے حسینؑ نے باوجود اقتدار ایسا امتحان دیا کہ تا قیامت ایسا امتحان اب کوئی نہ دے سکے گا۔

نئی دہلی ہندوستان اس کی کوششیں اور تیاریاں کی جا رہی ہیں کہ ۳۸ ہزار اطالوی قیدیوں کو یہاں رکھا جا سکے قیدیوں کی کئی ٹولیاں اب تک آ چکی ہیں جن کی تعداد سات آٹھ ہزار تک ہوتی ہے ان کا تمام خرچ حکومت برطانیہ برداشت کرے گی اور بین الاقوامی قانون کے رو سے ایک کمانڈر پر ۵۸ پونڈ اور ایک سکنڈ لفٹنٹ پر ۱۱ پونڈ خرچ کرے گی۔

واردھا ۱۴ جنوری تین مخالف جنگ تقریروں کی بنیاد پر مسٹر دینو با بھاوے کو آج چھ ماہ کی قید محض کا حکم سنایا گیا اور مجسٹریٹ نے بی کلاس میں رکھے جانے کی سفارش کی۔ آپ کو ناگپور سنٹرل جیل بھیجدیا گیا ہے

خبریں

روم کے نیم سرکاری اخبار پاپولو ڈی اٹالیہ نے ایک نہایت سنسنی خیز انکشاف ایک مقالہ میں کیا ہے جس کے دوران میں اس نے یہ سنسنی خیز خبر دی کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ جب اٹلی نے اعلان جنگ کیا تو وہ اس معرکہ آرائی کے لئے بالکل تیار نہ تھا اور یہی وجہ ہے کہ اس کو لیبیا میں میدان چھوڑنا پڑا اسی اخبار نے یہ سنسنی خیز انکشاف کیا ہے کہ لیبیا میں اطالوی مدافعت زیادہ نہیں رہی ہے آج خبر میں منہ چھپانے کی غرض سے لکھا ہے کہ اٹلی پوری طاقت کے ساتھ جنگ کا آخر دم تک مقابلہ کرے گا سقوط توبرق کے متعلق بھی اخبار نے کو چپ لگتا ہے کہ برطانیہ جبکہ کھل کر ہاتھ سے تیار تھا اس نے اٹلی کے خلاف اعلان جنگ کیا بلکہ وہ تیار نہ تھا لیکن اطالوی فوجیں ایک مشکل صورت حال کا مقابلہ کر رہا تھی ہیں۔ پاپولو ڈی اٹالیہ کے اس بیان سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاتا ہے کہ اٹلی اپنی شکستوں کو چھپانے کی کوشش کر رہا ہے کیونکہ ابھی چند ہی روز ہوئے کہ مسٹر چرچل نے اطالوی قوم سے ایک دردمندانہ اپیل کی۔

حبشہ آج حبشہ میں برطانوی افواج کی پیشقدمی کے متعلق نئی خبریں موصول ہوئی ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ برطانوی لشکر جو اب ۱۲۰ میل آگے حبشہ کے اندرونی علاقوں میں گھس گئی ہیں اور شہنشاہ ہیل سلاسی اپنی فوجوں کو جمع کر رہے ہیں قبائلیوں نے شہنشاہ ہیل سلاسی کو خوش آمدید کہا ہے اور صرف یہی نہیں بلکہ انھوں نے رات کو شہنشاہ ہیل سلاسی کے دربار میں ورود کا نقارہ بجوانا شروع کر دیا ہے۔ آج حبشہ کے ایک اخبار نے اطالوی مہینوں کے متعلق ایک بیان شرح و بسط کے ساتھ شائع کیا ہے اور اسے کو رس قبائلیوں میں تقسیم کیا گیا۔ اطالوی برطانوی فوج کے مقابلہ کی تیاریاں کر رہے ہیں اور بعض اطلاعات کے مطابق ایتھوپیا کی مزید اطالوی کمک بھیجے جانے کا مسئلہ بھی زیر غور ہے۔ برطانوی فوجیں گرفتار شدہ اطالویوں کو

گرفتار کر چکی ہیں اور ایک اطالوی ڈویژن کو برنٹو اور المالگا میں گھیر اجا رہا ہے۔

آج جو خبریں لندن پہونچی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ جنوبی اٹلی میں جو بغاوت کے شعلے بھڑک اٹھے تھے ان پر ابھی تک قابو نہیں پایا جاسکتا، تازہ اطلاعات یہ ہیں کہ ملک میں بغاوت کے شعلے برابر بڑھ رہے ہیں جرمن فوجیں قیام امن کے لئے سخت گیری پر اتر آئی ہیں چنانچہ آج بھی تقریباً بیس اطالوی فوجیوں کو گرفتار کیا گیا جن میں اعلیٰ افسر بھی شامل ہیں، روم ریڈیو اس بغاوت کے متعلق تو سکوت اختیار کئے ہوئے ہے لیکن ملٹن اور ہیٹورن کے مقالات کے جواب میں اس نے جرمن ریڈیو کے ساتھ مل کر فلسطین میں بغاوت کے من گھڑت قصے سنانا شروع کر دئے ہیں۔

مسٹر وینڈل ولکی کی لندن میں مصروفیات شروع ہو گئی ہیں چنانچہ آج مسٹر ایڈن سے ملاقات کی اور دیر تک غور و خوض کرتے رہے اس کے بعد آپ نے لندن کا دورہ کیا اور تباہ شدہ علاقوں کو دیر تک دیکھتے رہے آپ نے اخبار والوں سے کہا کہ اس وقت میرے دل پر برطانوی سپاہیوں اور ان کے دفاعی انتظامات کی جانبازی کا خاص اثر ہے آپ آج پھر مسٹر چرچل کے ساتھ لنچ کھانے والے ہیں جبکہ آپ مسٹر چرچل کو وہ پیغام دیں گے۔ جو پریزیڈنٹ روزولٹ نے مسٹر ولکی کے ہاتھ برطانیہ کے وزیر اعظم کو بھیجا ہے مسٹر ولکی کا خیال ہے کہ آج رات کو مسٹر چرچل کے ملنے کے بعد کوئی اہم بیان دیں بعد کی خبر ہے کہ مسٹر ولکی نے ڈاؤننگ اسٹریٹ میں ملاقات کی۔

آج جرمن ریڈیو نے برطانوی طیاروں کے مغربی جرمنی اور وسطی جرمنی کے مختلف علاقوں پر بڑی ہی شدید بمباری کی جس سے زور سے پھٹنے والے بموں نے کارخانوں کو شدید نقصان پہونچایا اور اس پر بہت جلد قابو پالیا گیا جرمن ریڈیو نے یہ بھی کہا کہ برطانوی طیاروں کا مقابلہ کیا گیا اور خونریز فضائی جنگ میں تین طیارے تباہ ہوگئے برطانوی دفتر فضائی نے اعلان کیا ہے کہ موسم کی ناسازگاری کے باوجود برطانوی طیاروں نے

دشمن کے علاقوں پر ایک غضبناک حملہ کیا اور ان کو زبردست نقصانات پہونچائے۔ یہ حملہ زیادہ تر جرمنی کے کارخانوں پر کیا گیا اور دشمن کے متعدد کارخانے بھاری بمباری سے سلگ اٹھے۔ ابھی تفاصیل کا انتظار ہے۔

آج پھر گذشتہ سات روز سے متواتر خاموشی کے بعد جرمنوں کی ہمت نہیں ہوئی کہ وہ برطانیہ پر حملہ کرسکیں چنانچہ حملہ تو کوئی نہیں ہوا لیکن دشمن کے طیاروں نے برطانیہ کے بعض علاقوں پر پرواز کی اور جونہی طیارہ شکن توپوں نے گرجنا شروع کیا اور برطانیہ کے جنگی طیارے مقابلہ کو اڑے حملہ آور بغیر کسی بمباری کے فرار ہوگئے۔

ترکی آج ترکی کے ایک اخبار نے پھر ایک سنسنی خیز مقالہ کیا ہے جس کے دوران میں اخبار نے جرمنی کو متنبہ کیا ہے کہ رومانیہ میں جرمن فوجوں کی کارگذاریاں بڑھتی جارہی ہیں جس کو ترکی ہرگز خاموشی سے برداشت نہیں کرسکتا اگر بلقان کی طرف جرمنی فوجوں نے یلغار کی تو ترکی فوج سرحد ہی پر مقابلہ کے لئے تیار رہے گی۔

لندن ۲۴ جنوری ایسوسی ایٹڈ پریس آف امریکہ کا نامہ نگار واشنگٹن کہتا ہے کہ اگر رومانوی حکومت ملک میں بغاوت کو جلد فرو نہ کرسکی تو جرمنی جلد ہی کوئی قدم اٹھائے گا۔

بڈاپسٹ سے آزاد فرانس کی نیوز ایجنسی کو معلوم ہوا ہے کہ جرمنی سے روانہ ساٹھ فوجی ٹرینیں ہنگری کے راستہ سے رومانیہ کی طرف جارہی ہیں۔

ملتان کی ایک خبر ہے کہ گذشتہ سال کچھ ریلوے عمال رشوت ستانی کے الزام میں معطل کر دئے گئے تھے اور ان کے معاملہ کو محکمہ نے تفتیش کے لئے سی آئی ڈی کے حوالہ کر دیا تھا جو اس وقت سے اب تک اپنے مفوضہ کام میں مشغول ہے مصدق ذرایع سے معلوم ہوا ہے کہ تفتیش کا کام ایک مہینہ میں ختم ہوجائے گا اور کم از بیش سو ریلوے عمال جن میں چند افسران بھی شامل ہوں گے گرفتار کر لئے جائیں گے تحقیقاتی رپورٹ کا انتظار ہے بیان پانچ سی آئی

امامیہ مشن لکھنؤ کا حسینی لٹریچر!

ذیل میں صرف ان رسائل کی مختصر فہرست درج کی جاتی ہے جو ماہ محرم اور واقعات کربلا سے تعلق رکھتے ہیں امید ہے کہ امسال افراد قوم و عزاداران حسین انھیں خرید فرما کر مجالس عزا میں شیرینی کی جگہ پر تقسیم فرمائیں گے اور اس طرح محبین کے خواندے پہنچتے ہوئے اسلام کی آواز دنیا کے کانوں تک پہونچا کر تبلیغ ایسے واجب فریضہ کو پورا کریں گے۔ (نوٹ) دیگر مطبوعات مشن و بک ایجنسی کے لئے مفصل فہرست طلب فرمایئے۔

نمبر شمار	نام رسالہ	قیمت	خرچہ
۱	قاتلان حسینؑ کا مذہب	۴؍	۱؍
۲	حسینؑ اور اسلام اردو	۱؍	؍
۳	" " (ہندی)	۱؍	؍
۴	" " (انگریزی)	۲؍	؍
۵	مجاہد کربلا	۲؍	؍
۶	کربلا کا اتم بلیدان (ہندی)	۲؍	؍
۷	دی مارٹیڈم آف حسین (انگریزی)	۲؍	؍
۸	معرکہ کربلا اردو	۲؍	؍
۹	کربلا کا دھار یودھ (ہندی)	۲؍	؍
۱۰	دی ٹریجیڈی آف کربلا (انگریزی)	۲؍	؍
۱۱	حاربہ کربلا	۲؍	؍
۱۲	اثبات عزاداری	۴؍	۱؍
۱۳	ذوالجناح	؍	؍
۱۴	شہدائے کربلا حصہ اول	۴؍	۱؍
۱۵	" " حصہ دوم	۵؍	۱؍
۱۶	" " حصہ سوم	۴؍	۱؍
۱۷	کربلا کا مہاسمر ہندی	۲؍	؍
۱۸	حسینؑ ان دی بلین آف کربلا انگریزی	۱؍	؍
۱۹	مشہد اعظم	۱؍	؍
۲۰	حسین کا پیغام عالم انسانیت کے نام	۱؍	؍
۲۱	دی لاسٹ ٹسیج آف حسینؑ	۲؍	؍
۲۲	اسیری اہل حرم	۱؍	؍
۲۳	دی مشن آف حسین انگریزی	۱؍	؍
۲۴	مظلوم کربلا اردو	۲؍	؍
۲۵	ثانی زہرا رعایتی قیمت	۸؍	۲؍
۲۶	قاتلان حسینؑ کی گرفتاری "	۸؍	۲؍
۲۷	ذاکری کی کتاب حصہ اول و دوم	۶؍	۲؍

نوٹ ان میں سے بعض رسائل کی بہت کم جلدیں باقی رہ گئی ہیں جلد طلب فرمالیجئے ورنہ دوسرے ایڈیشن کا انتظار کرنا ہوگا۔

ثانی زہراؑ

رعایت ۸ ربیع الاول تک

سوانح حیات حضرت زینبؑ

دنیا میں جس طرح امام حسینؑ کے صبر و ثبات کی نظیر نا ممکن قرار دی جا سکتی ہے بالکل اسی طرح یہ دعویٰ بھی کیا جا سکتا ہے کہ عورتوں میں حضرت زینبؑ کے استقلال و صبر کی دوسری مثال نہیں پیش کی جا سکتی اگر آپ کو دیکھنا ہو کہ صنف نازک کے اندر شامل ہو نیکے بعد حضرت زینبؑ نے کیا کام کیا اور متعلقین کے لئے کیسے خدمات انجام دئے اگر آپ کو دیکھنا ہو کہ افراد بشری میں اسلامی ترقی کا جو انتہائی مرتبہ قرار پا سکتا ہے جناب زینبؑ نے اسکو حاصل کیا اور کیونکر کیا اگر آپ کو یہ دیکھنا ہے کہ زہد دھر کے سوانح حیات عموماً اور عورتوں کو خصوصیت کیساتھ کیا کیا سبق حاصل ہوتے ہیں تو اس زرین موقع کو جانے نہ دیجئے یکم محرم الحرام سے ۸ ربیع الاول تک ثانی زہرا کی قیمت نصف کر دی گئی ہے تھوڑی کتابیں باقی ہیں ممکن ہے کہ تاخیر کرنیوالے حضرات پہلے ایڈیشن کو نہ حاصل کر سکیں اس کتاب کے مولف جناب محمد صادق حسین صاحب آلہ آبادی ہیں طباعت و کتابت عمدہ قدر دان حضرات جلد توجہ فرمائیں صفحے ۲۸۰ قیمت ۸ محصول ۲

ملنے کا پتہ آنریری سکریٹری امامیہ مشن لکھنؤ

ملنے کا پتہ! آنریری سکریٹری امامیہ مشن لکھنؤ

کموّنی

حضرت عمدۃ العلماء جناب مولانا آقائی سید کلب حسین صاحب قبلہ مجتہد العصر کا فرمان

کمونی میں نے جناب مرحوم حکیم عرشی صاحب اعلی اللہ مقامہ کی بہترین ایجاد کمونی رجسٹرڈ خود جناب مرحوم کی حیات میں بھی بعض اوقات استعمال کی اور ممدوح کے انتقال کے بعد بھی استعمال کا اتفاق ہوا۔ امراض معدہ کے واسطے کمونی بہترین دوا ہے اور مجھکو امید ہے کہ انشاءاللہ ہر شخص اس کے استعمال سے فائدہ ہی محسوس کرے گا۔

دستخط شریف حررہ سید کلب حسین بقلمہ ۱۵ اگست ۱۹۴۰ء

قبض ہیچش۔ اسہال۔ ورم جگر۔ طحال بادگولہ، قولنج۔ بادی بواسیر متلی بواسیر مثلی۔ حبس ریاح۔ قراقر۔ بدہضمی، تخمہ۔ ہیضہ ملکہ معدہ کے لگاؤ پیدا ہونے والی تمام بیماریوں حتیٰ کہ کالی کھانسی۔ مرگی۔ ہسٹریا ماہوار کے بگاڑ وغیرہ میں اکسیر ثابت ہوتی ہے اس کے باقاعدہ استعمال سے آپ ثقیل اور مرغن غذائیں جلد اور بآسانی ہضم کرلیں گے خون صالح بافراط پیدا ہوکر جسم کا وزن بڑھتا جائے گا انشاءاللہ دل چاہے تو ایک شیشی ۔۔۔ مع محصول وغیرہ ۔۔۔ یا دو شیشی ۔۔۔ میں طلب فرماکر آزمائیے

ملنے کا پتہ سرانج کمونی فیکٹری ملا ایم ایچ مسجد دیوان
ناصر علی مرحوم باغ قاضی لکھنؤ

ریاست سٹورنٹ میں تشریف لائیے

لاجواب کیک پیسٹری اور ہر قسم کے بسکٹ

مکھن، پاؤڈر روٹی ہر وقت ملتی ہیں ۵ بجے صبح سے ۱۰ بجے شب تک بہترین چائے ہر وقت تیار رہتی ہے ایک مرتبہ تشریف لاکر چائے نوش فرماکر ہماری صداقت کا امتحان فرمائیے!

المشتہر
منیجر ریاست سٹور (ترکاری منڈی) ڈلن صاحب سوداگر کی بلڈنگ لکھنؤ

نظارہ ابوالفضل العباسؑ نمبر

بمبئی میں جناب سید ابن حسن صاحب ایجنٹ اخبارات متصل جے جے ہسپتال بمبئی سے خرید فرمائیے۔

پشاور میں جناب مولانا سید علی صاحب قبلہ چڑوہ کوبان پشاور سے خرید فرمائیے۔

ملتان میں سید احمد صاحب منیجر رائل پریس ملتان چھاؤنی سے مل سکتا ہے۔

جونپور میں جناب سید آل حسن صاحب ایجنٹ اخبارات خانقاہ شاہی جونپور سے خریدیئے۔

دھلی میں جناب سید اشفاق حسین صاحب بیکس امروہوی ناولٹی ٹاکیز دھلی سے مل سکتا ہے۔

دہرہ دون میں سید ثامن حسین صاحب نقوی کرنیل روڈ دہرہ دون سے خرید فرمائیے۔

چند ضروری باتیں

معزز حضرات! اگر پان کھاتے ہیں تو ہمارے یہاں کا دلکش قوام ضرور ایکبار استعمال کیجئے یہ قوام پان کو خوش ذائقہ لذیذ اور دہن کو معطر کرتا ہے اس کے علاوہ یہ دوکان ایک عرصہ کی ہے آپ صرف ایک بار بطور آزمائش دلکش قوام منگائیے اگر پسند آجائے تو پھر ہمیشہ منگایا کیجئے۔ فی تولہ صرف بارہ آنہ علاوہ محصول آپ کو ہمارے یہاں ہر قسم کا عطر و تیل، تمباکو خوردنی بازار سے سستا مال عمدہ ملے گا۔

عطر بیگم ناز صرف پانچ روپیہ علاوہ محصول عطر ہر قسم کا دو روپیہ فی تولہ سے چھ روپیہ تک ہر قسم کا تیل چنبیلی وغیرہ وغیرہ دو روپیہ سے پانچ روپیہ سیر تک۔ تمباکو خوردنی ایک روپیہ دو آنہ سیر سے چار روپیہ سیر تک موجود ہے صرف کوئی چیز ایک بار منگا کر تجربہ کر لیجئے۔ ادھم ہیر آئل چار روپیہ سیر علاوہ محصول

سول ایجنٹ۔ انظر برادرس چوک سبزمنڈی لکھنؤ

انظر حسین پروپرائٹر پرفیومری اینڈ ٹباکو ورکس
وکٹوریہ اسٹریٹ دلالی محلہ لکھنؤ



حضرت علامہ عرشی بنارسی مرحوم (مجتہد کمونی)
(جن کا گزشتہ سال ماہ دسمبر میں بمقام چھپرہ انتقال ہو گیا)





جو نظارہ کے خاص ہمدردوں میں ہیں



جناب حکیم سید مدبر حسین صاحب

یاد رکھیے عزاخانہ کیلیے سمجھیے نظامی پریس لکھنو کے چھپے ہوئے طغرے

نظامی جنتری ... ۳ر کا ٹکٹ بھیجکر منگا لیجیے

رنگین و خوشنما — جو ابھی مرتبہ منیظر چھپے ہیں — جنمیں آیات و احادیث ہیں جو اہلبیت اطہار کی شان میں ہیں — فی عدد پانچ پیسہ — ۴۰ قسم تیار رہتے ہیں

شیعہ کانفرنس کی مکمل تاریخ لخت جگر

جناب مولانا صفی کی کانفرنس کے متعلق کل نظموں کا مجموعہ مع حالات و تاریخ کانفرنس
قیمت مجلد ... [illegible]

تصانیف جناب تقی بلگرامی
سوۃ الرسول جلد اول [illegible]
جلد سوم ... [illegible]
الحسن ... [illegible]
سرو چمن ... [illegible]

اسم اعظم سوانحعمری حضرت علی مولفہ جناب کاظم علی صاحب [illegible]
سوانح آل ہاشم [illegible]
الکاظم سوانحعمری حضرت امام موسیٰ کاظم [illegible]

امامۃ القرآن

مولانا ہارون صاحب زنگی پوری
۲۷۰ آیتوں سے امامت ائمہ کو ثابت کیا ہے بے مثل کتاب ہے
قیمت مجلد ... [illegible]

فلسفہ مذہب شیعہ از سیو ماربین جرمنی
شہادت حسین کے عقلی رموز
عزاداری کے فوائد ۲ر
البحث العجیب [illegible]
تذکرۃ الصحابیات [illegible]
خصائص مرتضوی ۸ر

حیات القلوب

اردو ترجمہ حصہ اول
غیر مجلد [illegible]

تاریخ الاسماء [illegible]
تاریخی نام بنانے کی بے مثل کتاب

حمائل شریف

مترجمہ مولانا فرمان علی صاحب قبلہ مرحوم
مع ترجمہ و تفسیری نوٹ و انڈکس وغیرہ مکمل
اسکی شہرت و مقبولیت اسلیے ہے
کہ پوری حمائل پڑھ جائیے ہر لفظ اپنی جگہ پر ہر اعراب اپنے ٹھکانے پر — ہر حرف علیحدہ پھر جلی قلم — صاف شفاف چھپائی
اور ہدیہ مناسب سے بھی کم ...
حمائل شریف کا ہدیہ اور کیس کی قیمتیں
مجلد چرمی سونے کی بیل ... [illegible]
مجلد چرمی چاندی کی بیل ... [illegible]
کپڑے کی جلد ... [illegible]
بکس برائے حمائل ... ۸ر
بکس ساگون [illegible] بکس ملولاکڑ [illegible]
غلاف ساٹن برائے جلد ... ۸ر

چمڑے کا کیس مع تسمہ ... [illegible]
چمڑے کا کیس مع تسمہ اعلیٰ قسم ... [illegible]

قرآن مجید رنگین مترجمہ مولانا فرمان علی صاحب
غیر مجلد [illegible] مجلد [illegible]
قرآن مجید سادہ مترجمہ مولانا فرمان علی صاحب مجلد [illegible]

وظائف الابرار

سفید چکنا کاغذ جلی قلم عمدہ چھپائی
خاشدہ ایکدفعہ یہ کتاب دیکھ لیجیے پھر بازار کی وظائف الابرار کی نظر میں جنچ نہیں سکتی
سورتوں میں ترجمہ مولانا فرمان علی صاحب قبلہ کا ہے
دعاؤں میں مصدق ترجمہ لگائے گئے ہیں
ہدیہ مجلد [illegible] غیر مجلد [illegible]

تحفۃ العوام

دستخطی علمائے کرام
غیر مجلد ... [illegible]
سفید چکنا کاغذ مجلد ... [illegible]

ذخیرہ مناقب مع ہفت بند ملا کاشی مجلد [illegible]
دوازدہ بند [illegible] غیر مجلد [illegible]

مرثیے

نظم نفیس خلف حضرت انیس کے فرزند جناب میر خورشید علی صاحب نفیس کے چھ انتخاب مرثیے جو بندے بلا ہول مرثیہ پڑھنے والوں کے یاد ہیں سفید کاغذ علاوہ محصول
قیمت ... [illegible]

بوستان رشید حضرت پیارے صاحب رشید مرحوم کے مرثیوں کی جلد جو بندے
سفید کاغذ ... [illegible]

خورشید خاوری حضرت انیس کے شاگرد رشید جناب وقار رحیم کے مرثیے جو بندے دعا دگان رنج انیس ان مرثیوں کو ضرور ملاحظہ کریں وہی انیس کی زبان وہی رنگ وہی جنگ قیمت ... [illegible]

مراثی میر انیس جلد اول [illegible]
جلد دوم [illegible] جلد سوم [illegible]
جلد چہارم ... [illegible]
مراثی میر مونس جلد اول [illegible]
دوم سوم چہارم پنجم ششم [illegible]
مراثی مرزا دبیر جلد اول [illegible] دوم [illegible]

حدیث خوانی کی کتب

ریاض المصائب جلد اول ۸ر
ریاض المصائب جلد دوم ۸ر
خزینۃ الاحزان ... ۸ر
انیس الذاکرین ... ۸ر
لوعۃ المختار فی الہ الکبار
تحفۃ الاسلام مولانا سید نظیر حسن صاحب قبلہ مولف ندبۃ العزا کی کتاب ہے جو حال میں طبع ہوئی ہے قیمت [illegible]
نزہۃ المصائب ۱۳۲ مجلس [illegible]
چہل مجلس یاد الٰہ رسائل [illegible]
نزہۃ المصائب ہر دو حصہ [illegible]
منتخب المصائب یا مجالس حسینیہ ۱۲ر

جواہر البیان

داخلین اور حدیث خوانوں کے لیے نہایت عمدہ کتاب ہے

مولفہ ابرالبیان حضرت علیم جرولی

ہندوستان کی کوئی شہر، قصبہ، بستی ایسی نہیں ہے جسمیں چہاردہ معصومین علیہم السلام کی تاریخ ولادت میں صحبت فضائل اور تاریخ شہادت و وفات میں مجلس غم نہ منعقد ہوتی ہو ان محافل و مجالس میں پڑھنے کیلیے یہ کتاب تیار کیگئی ہے اس کتاب میں چودہ معصومین کے حال میں دو دو مجلسیں اور حضرت امام حسین اور واقعہ کربلا کے متعلق ... کافی تعداد میں مجلسیں ہیں (اور ہر معصوم کے حال میں ایک ایک قصیدہ اردو (۱۴ قصائد) بھی ہیں) —

اسکے مسودات سلیس اردو میں لکھے گئے ہیں زیادہ تعداد اور کم تعداد والوں کے لیے مفید ہیں — واقعات تاریخ معتبر و احادیث صحیحہ سے لیے گئے ہیں حاشیہ پر حوالہ بھی دیے ہیں — اور نکات ایسے ایسے ہیں کہ مجلس پھڑک اٹھے ہر مسودہ میں یہ انتظام رکھا گیا ہے کہ اسی سے آپ صحبت فضائل پڑھ سکیں اور اسی سے مجلس غم — جابجا ربط مصائب — نٹ نشانات لگا کر اس حسن سے مسودات کی ترتیب دی گئی ہے — کہ پڑھنے والا چاہے گھنٹہ بھر پڑھے چاہے دو گھنٹہ چاہے ۵ منٹ ہر مقام سے ربط مصائب دیکر وہ مصائب پر آسکتا ہے — ہر مسودہ آیات قرآنی سے شروع ہے قلم نہایت جلی — حروف واضح — خصوصاً عربی عبارتیں مع اعراب کے جلی قلم سے لکھی گئی ہیں — اس خوبی کی کتاب آجتک نہیں چھپی ہے

سفید کاغذ صاف چھپائی حجم ۴۵۶ صفحات

قیمت مجلد [illegible] و [illegible] غیر مجلد [illegible] علاوہ محصول

مفتاح البیان

یہ کتاب بھی مولف جواہر البیان ابرالبیان مولانا سید اکبر مہدی صاحب قبلہ کی تالیف ہے اور ہندوستان میں بیحد مقبول ہوئی ہے — ابتدائے سفر حضرت سید الشہدا مدینہ سے کربلا (مسلسل) کربلا سے کوفہ و شام پھر واپسی اہلبیت اطہار میں یہ سب مفصل و مسلسل واقعات چھوٹی بڑی مجلسوں میں درج ہیں شہادت انصار و اعزائے سید الشہدا اور واقعات کربلا کے کافی مسودات ہیں یہی وجہ ہے کہ اس کتاب کے مسودات پڑھنے والوں کی مجلسیں نہایت کامیاب رہتی ہیں فضائل کے حصے ایسی خوبی سے لکھے ہیں کہ سامعین نہایت محظوظ ہوتے ہیں مصائب ایسے دردانگیز طریقے سے لکھے ہیں کہ مجلس میں کہرام برپا ہوجاتا ہے ... ابھی تھوڑا زمانہ چھپے ہوئے ہوا لیکن تھوڑی سی جلدیں باقی ہیں۔

قیمت حصہ اول [illegible] حصہ دوم [illegible] مجلد ہر دو حصہ [illegible]

محافل و مجالس چہاردہ معصومین

تازہ مطبوعہ — تازہ مطبوعہ

اس کتاب میں چہاردہ معصومین علیہم السلام کے حالات تاریخ ولادت و وفات میں پڑھنے کے لئے ۲۷ مسودات ہیں۔ ترکیب یہ رکھی ہے کہ ایک مسودہ محفل ولادت کیلیے ایک مسودہ مجلس غم کے لئے مکمل — ... مسودہ کے آخر ایک ... قصیدہ یعنی ۱۴ قصائد — قیمت مجلد [illegible] غیر مجلد [illegible] علاوہ [illegible]

نوحہ جات

فریاد بیاض نوحہ جات جناب ملک الناطقین شمس العلماء مولانا سید سبط حسن صاحب قبلہ اعلیٰ اللہ مقامہ
غیر مجلد ... [illegible] مجلد [illegible]

فغان بیاض نوحہ جات فرزند جناب مولانا سید سبط حسن صاحب قبلہ
قیمت علاوہ محصول ۵

ذخیرہ ذاخر دہلی ہند حصہ
ذاخر علیہ الرحمہ کی نوحوں کا مجموعہ سفید بڑے کاغذ پر ... صفحوں میں نہایت خوشنما ٹائپ پر چھپا ہے حضرت ذاخر صاحب کے وہ نوحے اسمیں درج ہیں جو لکھنؤ کی مخصوص انجمنوں کے سال ہی چھپے
غیر مجلد ... ۸ر
مجلد ۱۰ر و ۱۲ر و [illegible]

ریاض جوہر لکھنؤ کی بیگماتی ٹکسالی زبان میں پرانے طرز کے نوحے حصہ اول ۲ر
حصہ دوم ۲ر حصہ سوم ۲ر
کشتۂ غم ... ۱ر
گلدستۂ نجات ... حصہ [illegible]
آیات غم ۲ر تاریخ کربلا ۳ر
گلزار ماتم ۱ر صحیفۂ ماتم ۲ر
غم ممتاز ۱ر فغان صہبا ۱ر
جذبۂ غم ۱ر فریاد حسرت [illegible]
گوہر ماتم ۱ر ناصر العزا [illegible]
بیان غم ۱ر شمع غم ۱ر
گلدستۂ نجات ہر دو حصہ ۲ر
افکار صہبا ۱ر شجرۂ غم [illegible]
دفتر ماتم ۱ر معین غم ۱ر
اختر ماتم ۱ر

چہاردہ معصوم کی سوانحعمریاں

۱۴ جلدیں علیحدہ علیحدہ مجلد

آج جبکہ انگریزی تعلیم اور مغربی تقلید نے ہمارے نوجوانوں کو مذہب اور دینی پیشواؤں کے حالات سے بالکل بیخبر بنا دیا ہے اس بات کی ضرورت محسوس کی گئی کہ سوانح چہاردہ معصومین سادہ، سہل و دلکش انداز سے اردو میں لکھے جائیں کہ ہمارے لڑکیاں لڑکے عورتیں کم پڑھے لوگ بھی آسانی سے پڑھ کر سمجھ سکیں اور ان حضرات کے علمی زندگی کے نمایاں پہلوؤں پر روشنی پڑے تاکہ ہماری نئی پود میں علمی جوش پیدا ہو اور وہ جان لیں کہ ہمارے دینی رہنما کیا لائے کن کن اعلیٰ مراتب پر فائز تھے موقع موقع سے ہمارے غلط مراسم ... حضرت کے پہلو بھی نمایاں کردیے گئے ہیں

آپکے گھر میں انکا وجود دنیا و آخرت کی ذمہ داری سے سبکدوش کریگا

۱	سوانحعمری حضرت خاتم الانبیاء	مجلد	۱۲ر
۲	حضرت سیدہ طاہرہ	"	۸ر
۳	حضرت علی مرتضیٰ	"	۱۲ر
۴	حضرت امام حسن	"	۶ر
۵	حضرت امام حسین	"	[illegible]
۶	حضرت امام زین العابدین	"	۸ر
۷	حضرت امام محمد باقر	"	۶ر
۸	حضرت امام جعفر صادق	"	۱۰ر
۹	حضرت امام موسیٰ کاظم	"	۸ر
۱۰	حضرت امام رضا	"	۹ر
۱۱	حضرت امام محمد تقی	"	۵ر
۱۲	حضرت امام علی نقی	"	۸ر
۱۳	حضرت امام حسن عسکری	"	۵ر
۱۴	حالات حضرت حجت عجل اللہ فرجہ	"	۱۰ر

۱۴ جلدیں مکمل [illegible] علاوہ محصول
غیر مجلد ۱۴ جلدیں ... [illegible]

سوانحعمری حضرت عباس مجلد [illegible]
سوانحعمری حضرت علی اکبر غیر مجلد ۸ر

مختار المسائل

اردو — عملیہ

سرکار آقای ابوالحسن اصفہانی و سرکار ناصر الملت و سرکار نجم العلماء ظلہم

تمام مسائل ضروری کی مکمل کتاب
قیمت غیر مجلد [illegible]
مجلد [illegible] و [illegible]

حمائل لاکٹ تعویذی [illegible]
ہفت سورہ مترجم [illegible]
دعائے مشلول مترجم [illegible]
دعائے کمیل مترجم ۲ر
دعائے باب مترجم ۲ر
دعائے نور ۲ر
حدیث کسا مترجم [illegible]

استخارہ سجادیہ مجلد [illegible]
عریضہ خاکشفا [illegible]
عریضے فی صد [illegible]

دینیات مولانا فرمان علی
پہلی ... ۱ر
دوسری کتاب ۲ر
تیسری کتاب ۵ر
شیعہ بچوں کی نماز ۲ر

خانہ داری کی ساتویں ... پروفیسر اکبر علی صاحب

محصول در ...

ہمارا پتہ صرف اتنا کافی ہے نظامی پریس لکھنو

مولفہ جناب ...

ہر ضلع میں ایجنٹ کی ضرورت ہے لکھنؤ کتب کیلیے — قواعد ایجنسی ایک ٹکٹ بھیجکر

... ہے کھانا پکانے کی بہترین کتاب